مہاراجا پورس

سکندر اعظم کا حملہ اور پورس کی مزاحمت کی تاریخی داستان

بدھا پرکاش

مترجم: ایم وسیم

مہاراجا پورس

سکندرِ اعظم کا حملہ اور پورس کی مزاحمت کی تاریخی داستان

بدھا پرکاش

مترجم: ایم وسیم

جمہوری پبلیکیشنز

جمہوری شعوری فکری تحریک

JUMHOORI

مدیر: فرخ سہیل گوئندی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	:	جمہور جو چاہتے
مصنف	:	بدھا پرکاش
مترجم	:	ایم وسیم
تجزیہ	:	ایک مغربی مصوری یورپ کی جنگ کا تجزیہ
اشاعت دوم	:	مئی 2004ء
پرنٹرز	:	شراکت پرنٹنگ پریس لاہور
قیمت	:	150 روپے

[illegible]

جمہوری پبلیکیشنز

9۔ انگر بلڈنگ، ریگل چوک لاہور

پوسٹ بکس 8283 لاہور کینٹ

Ph# 042-7212437 Fax# 042-6670001 E-mail:jumhoori@hotmail.com

انتساب

پنجاب کے اُس عظیم سپوت کے نام جس کے تیر سے
فاتح عالم سکندر اعظم زخمی ہو کر جنگ سے دل ہار بیٹھا

فہرست

دریاواں دا راجا	فرخ سہیل گوئندی	5
تاریخی بیک	محمد وسیم بٹ	9

باب نمبر 1
پورس کا خاندان 11

باب نمبر 2
پورس کے عروج کے وقت کا پنجاب 19

باب نمبر 3
پورس کا عروج اور جنوبی ایشیا 29

باب نمبر 4
پورس کا عروج 37

باب نمبر 5
پورس اور دارا 47

باب نمبر 6
پورس اور مہا بھارت 57

باب نمبر 7
پورس اور سکندر 63

باب نمبر 8
جنگ جہلم 75

باب نمبر 9
جنگ کا اختتام 93

باب نمبر 10
پنجاب کی فتح 109

باب نمبر 11
پورس اور چندر گپت 119

باب نمبر 12
پورس کی موت 127

تاریخی حوالہ جات 132

فہرست

دیپال دا راجا	فرخ سہیل گوئندی	5
تاریخی نگاہ	محمد اکرم بٹ	9
باب نمبر 1		
پورس کا خاندان		11
باب نمبر 2		
پورس کے عروج کے وقت کا پنجاب		19
باب نمبر 3		
پورس کا عروج اور جنوبی ایشیا		28
باب نمبر 4		
پورس کا عروج		37
باب نمبر 5		
پورس اور دارا		47
باب نمبر 6		
پورس اور مہابھارت		67
باب نمبر 7		
پورس اور سکندر		63
باب نمبر 8		
جنگ جہلم		76
باب نمبر 9		
جنگ کا اختتام		93
باب نمبر 10		
پنجاب کی فتح		109
باب نمبر 11		
پورس اور چندر گپت		119
باب نمبر 12		
پورس کی موت		127
تاریخی حوالہ جات		132

دیاں دا راجا

سکندرِ اعظم مقدونیہ کے چھوٹے سے شہر (Pella) میں پیدا ہوا۔ مقدونیہ یونان کے دوسرے خطوں سے کہیں پیچھے تھا۔ اہل یونان مقدونیوں کو جاہل اور پسماندہ تصور کرتے تھے اور ان کی ایتھنز اور آسیہ (Asia) وغیرہ کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں تھی۔ ان کا بنیادی کام بھیڑ بکریاں پالنا اور کھیتوں میں کام کرنا تھا۔ سکندرِ اعظم خوش قسمت تھا کہ وہ ارسطو جیسے استاد کا شاگرد رہا۔ اس تعلق نے سکندرِ اعظم کی شخصیت کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کیا۔ ارسطو کے علمی خزانے تک سکندرِ اعظم کی رسائی نے تاریخ کا دھارا بدل دیا۔ مقدونوی سکندر کی فتوحات نے یونان سمیت اس وقت کی ساری دنیا میں اسکی دھاک بٹھا دی۔ اس وقت کی دنیا یونان کے علاوہ جن شاندار تہذیبوں کی مالک تھی، ان میں ایران، مصر، بابل اور انڈس (شمالی ہندوستان) شامل ہیں۔ سکندرِ اعظم فقط سپہ سالار یا ایک بے رحم جنگجو فاتح نہیں تھا بلکہ اس کے دل میں یونان سے پار تک ان تہذیبوں کو جاننے کی خواہش موجزن تھی۔ سکندرِ اعظم کی شخصیت کی یہ فکری بنیاد ارسطو کی رہین منت تھی جو یونان کے علم کا ایک بڑا خزانہ تھا۔

میں نے تقریباً ان تمام خطوں کا سفر کیا ہے جن کو سکندرِ اعظم نے فتح کیا۔ آج کی جدید اور تیز رفتار مغربی زندگی کے زمانے میں بھی جتنا وقت مصر، ایران، بابل اور انڈس (پاکستان) تک سفر کرنے میں درکار ہے وہ کچھ کم نہیں مگر 2300 سال پہلے مقدونیہ کا سکندر ان خطوں کو جس رفتار سے فتح کرتا ہے وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ صرف اور صرف فوجی جرنیل ہی نہیں بلکہ اپنے وقت کا با کمال مفکر اور عالم بھی تھا، جو ان تہذیبوں کو زیر کرنے کا بھرپور علم رکھتا تھا۔ یہ علم در حقیقت یونانی تہذیب کا نچوڑ (Essence) تھا۔ فتح در فتح سکندرِ اعظم جن خطوں سے گزرا، اگر آپ تاریخی اٹلس میں اس روٹ کو دیکھیں تو عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ وہ کتنے

طویل سفر کا راہی تھا۔ سکندر اعظم نے اپنے وقت کی چار بڑی تہذیبوں کو زیر کیا۔ یہ صرف فوجی حکمت عملی کے ذریعے نہیں، بلکہ اپنے وقت کے عالمی امور، تاریخ، جغرافیہ، ٹیکنالوجی، ثقافت اور پیش نظر خطوں کے نظاموں پر مکمل عبور کے سبب ممکن ہوا۔ سکندر اعظم نے اپنی فتوحات کی منزل (Destiny) مشرق ہند کے اس آخری مقام کو مقرر کیا، جس کے بارے میں یہ خیال عام تھا کہ سورج یہاں سے ابھرتا ہے۔ مگر سکندر اس حسرت کو اپنے دل میں لئے اس جہان فانی سے کوچ کر گیا۔ سکندر ایشیائے کوچک (اناطولیہ) سے ہوتا ہوا مصر میں داخل ہوا اور مصر کے بعد پھر ایشیائے کوچک سے ہوتے ہوئے اس نے بابل (موجودہ عراق) کی تہذیب کو زیر کیا۔ اس کے بعد ایران میں تخت جمشید (Persipolis) کو فتح کیا اور پھر اوپر کی طرف کاکیشیا کو فتح کرتا ہوا، ہندوکش کو عبور کر کے برصغیر میں داخل ہوا۔

اس وقت سکندر کے سامنے دو بڑی رکاوٹیں تھیں، ایک کاکیشین پہاڑ اور دوسرے ہندوکش کا سلسلہ۔ یہ دونوں نام بھی یونانیوں نے ہی رکھے تھے۔ ہندوستانی پہاڑوں کو بھی انہوں نے "کاکیشین جیسے پہاڑ" قرار دیا اسی لئے ان کا نام ہندوکش پڑا۔ دنیا کی ان دو دیواروں کو عبور کرتے ہوئے سکندر مقدونی، ہند کی اس دھرتی میں داخل ہوا جسے 'وہر' کا علاقہ کہا جاتا ہے۔ وہ ٹیکسلا کو فتح کرتے ہوئے کوہ نمک میں اپنی فوج کے ساتھ وارد ہوا اور فوج کو نئے سرے سے منظم کیا۔ کوہ نمک کے خطے میں اس نے چھاؤنی بھی تشکیل دی کیونکہ اب اُسے پنجاب کے بڑے میدان میں اُترنا تھا۔ کاکیشیا اور ہندوکش کے بعد پنجاب اس خطے کا بڑا میدانی علاقہ ہے۔ سکندر یونانی نے پاکستان کے شمالی خطے کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے اس خطے کو یونان کے PINDUS کے علاقے سے تعبیر کیا۔ بعد میں یہی لفظ بگڑ کر INDUS بنا اور شمالی ہند کے اس خطے کو انڈس (Indus) یا سندھ بھی کہا جانے لگا۔

سکندر اعظم اناطولیہ، بابل، مصر اور ایران کی فتوحات کے بعد بے چینی سے سورج کی دھرتی کو فتح کرنے کا آرزومند تھا۔ وہ جانفشانی، دانش اور دلیری سے پے در پے فتوحات کرتا چلا آ رہا تھا۔ کوہ نمک سے نیچے پنجاب کی دھرتی میں دریائے جہلم (Hydaspes) کے کنارے "دیہاں وا دریچہ" مہارا جا پورس، ایرانی، مقدونی، اناطولی، مصری، بابلی اور دیگر قوموں پر مشتمل یونانی جرنیلوں کی قیادت میں حملہ آور ہونے والی فوج کے خلاف، شدید مزاحمت کا منتظر تھا۔ فاتح عالم، سکندر یونانی کے ساتھ یہ معرکہ تاریخ

کے مذکورہ باب کا اہم واقعہ ہے۔ زیر نظر کتاب سکندر اعظم اور مہاراجا پورس کے مقابلے کی ایک تاریخی دستاویز ہے۔ سکندر اعظم جب کوہ نمک سے اتر کر دریائے جہلم کے کنارے راجا پورس کے ساتھ برسرپیکار ہوا، اس وقت تک سکندر اعظم طویل جنگی فتوحات کا تجربہ حاصل کر چکا تھا۔ اسے اپنی جنگی مہارت اور عسکری بالادستی پر بھرپور اعتماد بھی تھا۔ مگر سکندر اعظم کے لئے مہاراجا پورس کی مزاحمت سکندر کی تمام جنگی محاذ آرائیوں سے اس لئے بھی مختلف تھی کہ اب سکندر اعظم اور اس کی فوج کو پہلی مرتبہ ہاتھیوں کا مقابلہ کرنا تھا۔ مہاراجا پورس اپنی دیگر فوج کے علاوہ ہاتھیوں پر مشتمل دستے کے ساتھ تہذیبوں کے فاتح کے سامنے صف آراء ہوا۔ مؤرخین کی ہاتھیوں کی تعداد کے بارے میں مختلف آراء ہیں مگر میں اس رائے سے زیادہ متفق ہوں جس میں پورس کے ہاتھیوں پر مشتمل فوجی دستے کی تعداد 200 بیان کی گئی ہے۔ ہاتھی فوجی دستے کی اہمیت مسلم ہے۔ اسی طرح جیسے آج کا امریکہ اپنے B52 بمبار طیاروں کی کارکردگی پر ناز کرتا ہے۔ آج امریکہ اور دیگر مغربی ممالک کے وار سٹریٹجک کالجوں میں پورس اور سکندر اعظم کی Hydaspes کے کنارے 327 ق م کی اس جنگی حکمت عملی کو پڑھایا جا رہا ہے۔

زیر نظر کتاب میں پورس اور اس جنگ کو بڑے دلچسپ انداز میں بیان کیا گیا ہے جو کہ پنجاب کے قدیم باسیوں کی سکندر اعظم (فاتح عالم) کے خلاف مزاحمت کی ایک احسن مثال ہے۔ سکندر اعظم نے اپنے وقت کی تین بڑی تہذیبوں (ایرانی، بابلی اور مصری) کو زیر کیا مگر دریائے جہلم کے کنارے جنگ اس کی جنگی مہمات میں بڑی منفرد ہے۔ درحقیقت دریائے جہلم کے کنارے لڑی گئی اس جنگ نے سکندر اعظم کی اگلی فتوحات کا خواب چکنا چور کر دیا۔ اگرچہ پورس کے مقابلے کے بعد بھی اس نے پیش قدمی جاری رکھی مگر وہ اپنا مشن پورا نہ کر پایا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس جنگ نے ساری یونانی فوج کا مورال تباہ کر دیا۔ پورس کی شکست ایک سادہ شکست نہیں۔ جنگی حکمت عملی میں یہ مقابلہ ایک شاندار مقابلہ ہے اور پورس جس فوجی طاقت پر گمان کر رہا تھا وہی اس کی شکست کا بنیادی سبب تھا۔ یعنی ہاتھیوں پر مشتمل دستہ۔ بدمست ہاتھی اپنے ہی سپہ سالار کو لے ڈوبے۔ جہلم کے بعد گوریلا جنگجوؤں نے بھی سکندر اعظم کی فوج کو پے در پے نقصان پہنچایا اور بعد میں وہ ملتان ہی کے ایک مقامی جنگجو گوریلے کے زہر آلود ہتھیار کا نشانہ بنا۔ پنجند کے مقام سے سکندر نے یونان واپسی کا فیصلہ کیا اور ایک بڑا بحری بیڑہ تیار کیا۔ فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا، ایک حصہ کو دریائے سندھ کے راستے سمندر میں اتارا اور باقی فوج کو گیدروسیا (بلوچستان) کے

راستے ایران کی جانب روانہ کیا۔ یونانی مورخین کے مطابق سکندر اعظم کی فوج کو تمام جنگی مہمات میں وہ تکالیف نہیں اٹھانا پڑیں جو گوادر بیا کے مشکل ترین سفر کے دوران پیش آئیں اور جب بحری اور زمینی فوج ایران میں آپس میں ملیں تو دونوں فوجی حصے ادھ موئے ہو چکے تھے۔ سکندر کے بعد پنجاب پر یونانی جرنیلوں نے مقامی سرداروں کے ساتھ مل کر حکومت کی اور یونانی اور مقامی تہذیب کا ایک بڑا دلچسپ ملاپ وجود میں آیا، جس نے گندھارا تہذیب اور ایک نئے آرٹ کو جنم دیا۔ اس کے اثرات، شمالی علاقہ جات، ٹیکسلا اور سوات وادی کے اندر یونانی دور کے کھنڈرات سے معلوم کیے جا سکتے ہیں۔ گندھارا تہذیب ایک ہند یونانی تہذیب تھی اور گندھارا لفظ کے معنی بھی بڑے خوبصورت ہیں یعنی۔۔۔۔ خوشبو!!

پورس کی مزاحمت، در حقیقت، فاتح عالم سکندر اعظم کی آخری جنگ تھی۔ اس مقابلے کے بعد سکندر اعظم کا مشرقی ہند جانے کا خواب چکنا چور ہو گیا۔ مہاراجہ پورس کی تاریخ پر آج کل دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں میں تحقیق کا سلسلہ جاری ہے۔ اس لئے کہ مورخین کے نزدیک یہ مزاحمتی حکمران بڑا اہم ہے جس نے سکندر اعظم جیسے فاتح عالم کو مشکل ترین معرکہ آرائی میں ڈالا۔ زیر نظر کتاب پورس کے سفر کے اور اس وقت کے زمانے کی ایک شاعرانہ تصویر ہے۔ اس کتاب کو پورس کی دھرتی پہ بسنے والوں تک پہنچانے کے لیے اردو میں شائع کیا جا رہا ہے تاکہ تاریخ کے نئے ابواب دریافت کیے جا سکیں۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد پورس کے سفر کی داستان اور اس کے زیر نگرانی خطے کی تاریخ سمجھنے میں مزید سہولت پیش آئے گی۔

فرخ سہیل گوئندی

ستمبر 2002

E-mail dmocrat@brain.net.pk

تاریخی سچ

ہم میں سے کتنے ہیں جو حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے 327 برس قبل کے خطہ ہندوستان کی تاریخی عظمت کی حقیقی روح سے آگاہ ہیں بہت کم جانتے ہیں کہ اس دور کا وہ باب [illegible] عسکری اور جاہ و جلال [illegible] کے [illegible] سلطنت [illegible] روایتی حریف سلطنت روما کے خلاف لڑائی میں [illegible] کی مدد کی طالب تھی اور [illegible] اس قابل تھا کہ [illegible] کے بیٹے اور [illegible] ہاتھیوں اور برق رفتار شہسواروں کی فوج [illegible] یہ بھی بہت تھوڑے ہندوستانی جانتے ہیں کہ [illegible] جس کی جنگی عظمت [illegible] یونانی اور [illegible] دانشوروں نے بھی اسے موضوع بحث بنایا ہے [illegible] کے علاوہ اس خطے کی [illegible] اور شخصیت [illegible] 'پورس' کے مصنف ممتاز محقق [illegible] لکھتے ہیں [illegible] ایشیا اور [illegible] زمین کو پیروں تلے روندنے والے مقدونوی [illegible] فتوحات [illegible] کے جس [illegible] وطن پرست [illegible] پورس تھا جسے اپنے [illegible] کی حمایت [illegible] حاصل ہوتی تو [illegible] جارحیت کا سامنا [illegible] کے بجائے پورس سے مقابلے کی ٹھانی [illegible] کے خاتمے پر منتج ہوا۔

خوش قسمتی سے مجھے [illegible] علاقے کا دورہ [illegible] تاریخی جنگ جہلم [illegible] شریف (ضلع جہلم) [illegible] میدان [illegible] اور [illegible] کے ساتھ [illegible] جہلم [illegible] وجہ سے [illegible] شمال [illegible] کر مجھے محسوس ہوا کہ میں یونانی اور ہندوستانی فوجوں کی [illegible] شامل ہوں [illegible] ہاتھیوں [illegible]

گھوڑوں کی جھنکار، تیروں کی بارش کی سنسناہٹ میں سے رگ و پے میں عجیب سی ہلچل مچا رہی ہے پورس کو عظیم الجثہ شاہی ہاتھی پر سوار اپنے سپاہیوں کو حملے اور دفاع کے احکامات دیتے دیکھ رہا ہوں یونانی مورخوں کی مایوسی، بے بسی اور بھارت کے تاریخ دانوں کی بھی مجھے نظر آ رہی ہے سکندر تو اپنے جلوس میں پہنچ ہی رہا ہندوستانی سپاہی عظمت ٹیکسلا سے لے آیا ہے جس پورس کو بھی اپنے نام ہمارا اتحادی امبھی میں کی ملک کا حقدار ہے جو وقت پا جاتی اور امبھی میں پورس کے خلاف حسد کا شکار نہ ہوتا تو تاریخ کچھ اور طرح میں رقم ہوتی۔

ترجمہ کرتے ہوئے میں نے بہترین صلاحیتوں سے کام لینے کی مقدور بھر کوشش کی لیکن انگریزی زبان کے مقابلے میں چونکہ اردو ایک نئی زبان ہے جس کا اس کی محدود ذخیرہ کا مجھے قدم قدم پر احساس رہا کہ بے شمار الفاظ اور محاورات تھے جو اگر صاحب اردو الفاظ سے بدل لیے جاتے تو مفہوم کے ساتھ تاریخی حقائق بھی مسخ ہو جاتے تاہم محترم مہاراج کمل کشوری کے مطالعے سے مجھے ہر موڑ پر رہنمائی ملی۔ ہم کی خط سندھ سے بہتر دریائے سندھ (یہ نام بین الاقوامی سطح پر مشہور ہے) کو دریائے سندھ لکھتے ہوئے مجھے ذرا جھجک محسوس ہوئی محترم مظفر صاحب کا اصرار تھا کہ میں دریاؤں کے یونانی نام اور جملہ یونانی الفاظ اسی طرح بیان کروں کیونکہ قاری کو معلومات حقیقی رنگ کے ساتھ ملنا چاہئے میں نے ایسا ہی کیا ہے۔

ندیم

1

پورس کا خاندان

1

پورس کا خاندان

پورس نام کے کئی پس منظر بتائے جاتے ہیں۔ پورس یا پوروس کو پورانی دور کے نام پورو والے کے ہم معنی کہا جاتا ہے۔ تاہم بعض کا خیال ہے کہ پورس دراصل پاؤرس سے نکلا ہے۔ یہ بات بھی کافی دلچسپ ہے کہ ہندوؤں کی قدیم کتاب "مہابھارت" میں کئی مقامات پر پاؤرس کو پورووا کے مترادف قرار دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم مورخ ہمیشہ پاورس کو پورووا کا ہم معنی قرار دیتے ہیں اور الجھن کا شکار رہے ہیں کیونکہ دونوں نام پورو سے نکلے ہیں جس کا قدیم ہندوستانی تاریخ میں بہت اہم کردار رہا ہے۔ ویدوں میں ہمیں پوروؤں قبیلے کا ذکر ملتا ہے جس کا آغاز ہند ایرانی لفظ پورو سے ہے اس کا مطلب "ترک کرنا" یا "حاصل کرنا" ہے۔ قدیم دیومالا "اوستا" میں پورو کا بیان ملتا ہے۔ آج بھی شمشادوں نے پورو کو اسی معنوں میں استعمال کیا ہے۔

رگ وید (1 36 1) کے ایک حصے میں بیان نے "پورو" کو "پاتھو" کے معنوں میں بیان کیا ہے۔ گرفتھ نے اس حصے کو اپنے ترجمے میں اس طرح استعمال کیا ہے "ہم دل سے مدد کی دعا کرتے ہیں کہ خاندانوں میں سے جن کو بھی شامل تھا جس کی سب تعریف کرتے تھے"

پاسکا نے پورو کے معنی انسان تحریر کئے ہیں۔ ویدک متون میں ہمیں اس نام کا ایک قبیلہ ملتا ہے جس کا سردار "پورو" تھا۔ پرانوں اور مہابھارت میں ہمیں پوروؤں کی دیومالائی تاریخ کا ذکر ملتا ہے اس کی تحقیق تھی کسان کا بیٹا "پورو" جسے اور آدی وہ دین کی اولاد تھا جس کے اجداد میں سے ایک ... پورووا ...

ماتسیہ اور بریچی بھی شامل ہیں۔ آخری بادشاہ تربیتی کی سلطنت پانچال اور مشرق میں تھیں۔ جنگل ملک سے یادو اور وہ اس جگہ منتقل ہو گئے بعد وہاں سے ان کو پورو نے ختم کیا۔

پورو اسی طرح سے یادوؤں کا حمایتی تھا۔ رگ وید میں دس بادشاہوں کی جس لڑائی کا ذکر ملتا ہے اس میں پوروں کی قیادت پورو کس نے کی جس نے سوداس کے بادشاہ وسو بھارت کے مقابلے میں یادو، ترو واسس، مہرگو، ... پکتا، بھلانا، الینا، شیوا، وشن اور انو قبائل سے اتحاد قائم کیا۔ اتحادی جو کبھی راوی کے قریب جمع ہوئیں جبکہ شاہ بھارت کے دستوں نے دریائے سرسوتی کی طرف پیش قدمی کی۔ برسات کے موسم کی وجہ سے دریا چڑھے ہوئے تھے اور انہیں پار کرنا مشکل تھا۔

شاہ بھارت واسشٹھ کی زبردست قیادت میں سد الوج سے دریا عبور کر گئے اتحادی فوج نے ان پر جھپٹنے کی کوشش کی لیکن دریائے راوی کا رخ چھوٹی نہریں موڑ کر تبدیل کرنے کی کوشش کے دوران پانی حملہ آوروں کے اپنے لشکر میں پھیل گیا اور بڑی تباہی ہوئی۔ اس صورتحال سے سوداس کی مشکل میں کمی ہوئی اور ان کے لیے کامیابی کا ایک سنہری موقع پیدا ہو گیا۔

شاہ بھارت نے دشمن کے مضبوط گروہ کو ختم کرنے کے بعد سات قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ اس اتحادی قبائل کے سربراہ پورو کس کو شکست فاش ہوئی اور اسے کئی علاقوں سے ہاتھ دھونا پڑا شاید اسے قیدی بنا لیا گیا۔ اس برے وقت میں اس کی بیوی پورو ... نے ترا سے داسیو کو جنم دیا جس نے آنے والے وقت میں خاندان کو حالات کے بھنور سے نکال لیا۔

ترا سے داسیو نے اپنے قبیلے کی منتشر قوت کو اکٹھا کیا اور پوروؤں کی کھوئی ہوئی عظمت اور خوشحالی بحال کرنے میں کامیابی حاصل کر لی۔ تاہم اس دوران سوداس کی سلطنت ایک بحران کا شکار ہو گئی اس کے جانشینوں نے وشسٹھ کے بیٹے شکتی کو آگ میں جلا ڈالا اس اقدام نے وشسٹھ کے قبیلے کو مشتعل کر دیا اور انہوں نے بھارتیوں سے انتقام لینے کا فیصلہ کر لیا اس صورتحال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ترا سے داسیو نے دریائے سرسوتی کی جانب پیش قدمی کی اس نے کئی قلعے فتح کیے متعدد کو ملیا میٹ کر دیا اور بھارتیوں کی سلطنت کو پامال کر دیا۔ اس کے نتیجے میں "پورو" جمنا اور سرسوتی تک سارے پنجاب پر قابض ہو گئے کچھ عرصے بعد ان کے حریف بھارتی وشسٹھ ان کے ساتھ گھل مل گئے اور یہ

لوگ پورو۔بھارتی کہلانے لگے

[illegible] کا بیٹا ہراین اور بعد میں جو نشین، شکی، تریہ ودھا اور ترہ شروان نے تاریخ تک اہم مقام حاصل کیا لیکن جنگلوں اور کوروں جیسے قبائل منظر عام پر نمودار ہوئے اور پورو۔بھارتی حکمرانوں کے لئے مشکلات پیدا کیں۔ مہابھارت کی ایک روایت میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح پنچالوں نے [illegible] بادشاہ سمورانا کو شکست دی اور اسے اس کے خاندان سمیت دریائے سندھ کے کنارے [illegible] ہونے پر مجبور کر دیا جب اس نے [illegible] وشسٹھ کو اپنا گرو تسلیم کیا اور اس کی رہنمائی میں کھوئی سلطنت حاصل کرنے کیلئے میدان میں کود پڑا۔

پرانوں کی ایک روایت ہے کہ سمورانا کے علاوہ جتنی [illegible] سلطنت [illegible] (موجودہ الہ آباد) تک وسعت [illegible] بعد میں اس [illegible] دیوتاؤں [illegible] پوروؤں اور کوروں کے اتحاد کو کوئی واضح شہادت اس واقعے کا ذکر رگ وید میں نہیں ملتا [illegible] روایتوں میں گرچہ کاوری [illegible] اور کوروساتا کے حوالے ملتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ [illegible] نام جس سے [illegible] لوگ [illegible] جاتے ہیں [illegible] بھی طرح واقف تھے انہیں روایتوں میں [illegible] بتایا گیا یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ جس وقت یہ منظوم [illegible] لکھے جا رہے تھے [illegible] اہمیت حاصل نہیں رہی تھی۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ [illegible] طرف داری "ترجم" بھی۔ ہندی ادب میں [illegible] میاں [illegible] جنوب میں پنجاب اور وادی گنگا کے وسیع علاقوں میں [illegible] اسباب سے پورو [illegible] شناخت حاصل کر لی جس کا [illegible] روایت میں [illegible] بادشاہ سمورانا کا بیٹا تھا۔

پوروؤں سے شمال مغرب میں [illegible] اتر پردیش سے [illegible] ایک نسخے میں درج ہے کہ کوروں کے تین بیٹے [illegible]

[illegible] کی حیثیت حاصل ہے (مترجم)

عمر ساتھ حسن کا ایک بیٹا "جنم جیا" تھا۔ دونوں باپ بیٹوں نے کورکشتر کی عظمت کو چار چاند لگا دیے جن کے ویدوں میں ان فرمانرواؤں کے دور کی خوشحالی پر خصوصی روشنی ڈالی گئی ہے اتھروا وید (XX 127. 10 7) میں بتایا گیا ہے کہ پرکشت کے دور میں دودھ اور شہد کی فراوانی تھی کہ مہمانوں کو میزبانوں کے گھر میں پانی حاصل کرنے میں بے مشکل کا سامنا رہتا۔ اس کا بیٹا جنم جیا بھی ایک مشہور راجا ہو گزرا ہے اسے اسومیدھ کی رسم "اشومیدھ" ادا کرنے کا فخر حاصل ہے۔ جنم جیا کے بیٹے شترسین، اگر سین اور بھیم سین کا ذکر کیا گیا ہے لیکن ان کے بارے میں مزید کوئی تفصیلات نہیں ملتی ہیں۔ اس کے بعد "مسو" نے بیچ مرتھو اور اس کے جانشینوں کا پانڈو سلسلے کے عنوانوں میں ذکر کیا جاتا ہے۔ سولہواں فرمانرواؤں کو چیدی اور مگدھ شاخوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

پرتیپ کورو نسل کی اصل میں ہر دلعزیز ہونے والے پورو خاندان کی قوت بحال کرنے والا سردار قرار دیا جاتا ہے اس کے تین بیٹے دیوپی، بالہیکا اور شنتانو تھے۔ بڑا بیٹا ذہنی طور پر پسماندہ جذامی تھا چھوٹے بھائی کے حق میں دستبردار ہو گیا۔ شنتانو کا گنگا سے ایک بیٹا بھیشم اور ستیہ وتی سے دو بیٹے چترانگد اور وچتر ویر تھے بھیشم نے دنیا تیاگ کر تخت اپنے سوتیلے بھائیوں کے حق میں چھوڑ دیا۔ چترانگد گندھاروں سے لڑائی میں کام آ گیا جبکہ وچتر ویر کوئی اولاد چھوڑے بغیر انتقال کر گیا۔ ویاس کے دو بیٹے دھرتراشٹر اور پانڈو تھے۔ ان کی ماں وچتر ویر کی بیوی تھی۔ ان بادشاہوں کے جانشین بعد میں کورو اور پانڈو کہلائے۔ ایک روایت کے مطابق کوروں اور پانڈوں کی کشمکش سے مہابھارت جیسی جنگ عظیم لڑی گئی نتیجتاً پورے کورو کمزور ہوتے چلے گئے۔ مہابھارت میں ہے کہ اس عظیم جنگ میں پنجاب کے قبائل نے کوروں کا ساتھ دیا۔ ان میں سندھ سوویرا کا فرمانروا جیادرتھ، گندھارا کا سوبل، [illegible] کا بادشاہ سدوکش، [illegible] کا بادشاہ، [illegible] کا سردار اسی طرح کیکیا، شیبی، امباشٹھ، [illegible] اور ملاوں کے سردار شامل تھے [illegible] (ص [illegible]) [illegible] میں [illegible] سے ثابت ہے [illegible] پنجاب اور شمالی مغربی سرحد [illegible] تھی [illegible]

پانڈو [illegible] تھے [illegible] پنجاب میں [illegible]

کا سامنا کرنا پڑا۔ اس لڑائی کا نتیجہ کوروؤں کی شکست اور تباہی کی صورت میں نکلا۔ ان کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ پنجاب اور شمال مغرب طوائف الملوکی اور قبائلی رجحانات کا شکار ہو گئے۔ ایک روایت ہے کہ پانڈوؤں کے بادشاہ پاریکشت کو ناگا بادشاہ تکشاکا نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس سانحے کے بعد مقتول بادشاہ کے بیٹے جنم جایا نے سانپ کی قربانی دی جو اس بات کا علامتی اظہار تھا کہ وہ ناگا بادشاہ سے ہر صورت میں انتقام لے گا۔ جنم جایا نے پہلے ٹیکسلا کو پایہ تخت بنایا لیکن وادی گنگا کے عین وسط میں ایک سیاسی بحران نے اس کے جانشینوں کو ہستنا پور سے نکلنے اور مشرق میں کاسمبی میں ازسرِ نو بسنے پر مجبور کر دیا۔

اس کے بعد پورانوں میں پنجاب اور شمال مغرب کا بہت کم ذکر ملتا ہے۔ اور زیادہ واقعات مشرقی بادشاہتوں کے بارے میں ہیں اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ اس وقت پنجاب میں صورتحال غیر یقینی تھی۔

اگرچہ پرانوں کی فراہم کی گئی معلومات پنجاب کے معاملات پر کوئی قابلِ ذکر روشنی نہیں ڈالتیں تاہم بدھ مت کے قدیم نسخوں میں طاقتور گندھارا ریاست کا ذکر ضرور ملتا ہے جس پر 6 صدی قبل مسیح میں پکر مہا شاہ پکوتی حکمران رہا ہے۔ اس فرمانروا کے مگدھ کے بادشاہ کے ساتھ دوستانہ تعلقات رہے تھے۔ پکوتی نے اونتی کے شاہ پرادیوتا کے خلاف مہم کی منصوبہ بندی کی۔ اس نے آچمینی تاج سائرس اعظم کے ساتھ پہلے دوستانہ مراسم رکھے پھر جارحانہ رویہ اختیار کر لیا۔ یہ لگتا ہے کہ اس نے اپنی سلطنت کو پنجاب میں راوی اور ملتان تک پھیلا دیا تھا۔ جتاکا کی ایک داستان میں ہے کہ کشمیر گندھارا سلطنت کا حصہ بن گیا۔ یونانی مصنف ہیروڈوٹس نے بھی چناب اور راوی کے درمیان رہنے والے ایک قبیلے گندری کا ذکر کیا ہے جس طرح ہیکٹیس کے متوازی ہیکاٹیس نے "کسپاپروز" یا کشی پاپورا (موجودہ ملتان) کے بارے میں ہمیں بتایا ہے جو گندھارا سلطنت کا حصہ تھا۔ یہ بات بالکل عیاں ہے کہ گندھارا کے دارالحکومت ٹیکسلا کو اس وقت علم و ہنر اور تجارت کے بہت بڑے مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔

ایران میں آچمینیوں کی تیزی سے بڑھتی قوت نے گندھارا کی نشوونما اور بالآخر اس کی آزادی کا خاتمہ کر دیا۔ 520 سے 515 قبل مسیح کے درمیان عظیم ایرانی فرمانروا دارا (522-486 ق م) نے گندھارا اور سندھ کو فتح کر لیا۔ زرکسیز نے بھی ان پر تسلط جمائے رکھا۔ آرتا زرکسیز کے وقت سے ہخامنشی شہنشاہیت کا زوال شروع ہو چکا تھا اور گندھارا، سندھ سمیت شاید دیگر صوبے اس کے اثر سے نکل کر

خود مختار ریاستیں بن گئے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ سکندر کی آمد کے وقت شمال مغرب میں ہمیں آئینی حکومت کی مستقل موجودگی کا پتہ چلتا ہے۔

اس اثناء میں پوروں نے دوبارہ خود کو منظم کر کے جہلم اور چناب کے درمیان ایک سلطنت کی بنیاد رکھ دی تھی۔ یہ بھی اہم ہے کہ مہابھارت پوروں کو شمال کے قابل ذکر لوگوں کے طور پر پیش کرتی ہے جن میں سے ایک قبیلہ پورب تھا۔ مہابھارت کے مطابق اس قبیلے نے یودھشٹر کی تخت نشینی کے جشن کی تقریب میں حاضری دی۔ یہ قبیلہ کشمیر، کندمان، ونسکیان، دسی، ترآگرت، یودھیہ، مدراس اور کیکیس کے علاقوں میں پھیلا ہوا تھا۔ موتی چندر کا خیال ہے کہ اس قبیلے کا اصل وطن چترال ایجنسی میں "یاسن" کا علاقہ تھا کیونکہ یاسین اور چترال کو بعض اوقات ان کے مشرقی ہمسایہ چلاس کے لوگ پوریا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

مہابھارت کے باب (V 50,208) میں ہے کہ پوروں نے یودھشٹر کی لڑائی میں شمولیت اختیار کر لی تھی جبکہ قبیلے پورو نے دریودھن کا ساتھ دیا اور بے جگری سے لڑا جیسا کہ ہم بعد میں اس کی تفصیلات بیان کریں گے۔ مہابھارت کے علاوہ رگ وید اور رامائن (7 26 ق م) میں بھی پوروں کا تعلق [illegible] اور [illegible] کے لوگوں سے جوڑا گیا ہے جو دریا اور [illegible] کے وادی تھے۔ اس قدیم بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ سیاسی تبدیلیوں اور بادشاہتوں کی آمد و رفت کے باوجود پورب مسلسل مغربی پنجاب اور شمال مغرب میں مقیم رہے۔ جی مرادول شی کے بیان کے مطابق "پورے" دو بھائی کے دور پورو کے دور سے جو اپنی حسین و جمیل بیوی کے ساتھ شہزادے میں رہتا تھا، یہاں" [illegible] دریائے جہلم کے کنارے [illegible] کے درمیان ایک علاقہ تھا اس کے قریب ہی راجہ پورس کی سلطنت تھی جس نے سکندر اعظم کی ہندوستان پر چڑھائی کے وقت مزاحمت کی۔ پورب دریائے جہلم کے پانی سے سیراب ہونے والے علاقے سے مستقل طور پر وابستہ رہے۔ چوتھی صدی قبل مسیح میں قسمت نے دوبارہ انہیں پورس کی بادشاہت میں عروج بخشا۔

2

پورس کے عروج کے وقت کا
پنجاب

2

پورس کے عروج کے وقت کا پنجاب

جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح کوروں کے زوال نے پنجاب میں کئی بیرونی عناصر کے گھسنے کی راہ ہموار کر دی۔ حتیٰ کی رسم کے قائل چندر بنسی لوگ جن کا پانڈو کے نام سے تاریخ میں ذکر ملتا ہے۔ دراصل ایران کے خانہ بدوش عناصر کی نمائندگی کرتے تھے ان کی تقلید میں کئی غیر ملکی جنگجو قبائل جیسے بھارتا (جدید جٹ)، ابھیر (موجودہ آہیر)، ملیچھ (بھیل) اور دوسرے مرحلے میں پنجاب میں داخل ہوئے۔ مہابھارت کے اپ دیوگا پروان (17,8,3-4) میں بتایا گیا ہے کہ یہ وحشی قبیلے کمانوں، نیزوں اور ڈھالوں جیسے اسلحے سے لیس تھے۔ علاوہ ازیں ان کے پاس ہندوستانی لوگوں کے لئے غیر معروف گھوڑے، گاڑیاں، مقامی لوگوں سے بہتر ہتھیار اور نقل و حمل کے وسائل موجود تھے۔

آٹھویں صدی میں بعض ایرانی اور آیونی لوگوں نے پنجاب میں سکونت اختیار کر لی۔ طویل عرصہ دراز تک یونانیوں کی نو آبادی رہی اور موجودہ دور کے ایرانیوں نے اس دعوے کو ثابت کیا ہے اس طرح "ایکروم" اور "جیسا" یونانیوں کی نو آبادیاں رہیں۔ مشرقی تحقیق سے مندرجہ ذیل آٹھویں کے شمارے پر یونانی راجا سولینس اپنی رعایا کے ساتھ "آباد ہو گیا۔ پہلے ان کی سلطنت کا مرکز دریائے سندھ اور چناب کے درمیانی علاقے میں تھا بعد ازاں وہ دریائے راوی اور دریائے بیاس کو نقل مکانی کر گئے انہوں نے کالمیوں اور کاٹھیوں کو مشرقی پنجاب میں آباد کر دیا یا ان کے درمیان شادیاں جہیز یا دولت کی بنا پر جس

بلکہ شکل و صورت کے لحاظ سے ہوتی تھیں صرف صحت مند بچوں کو ہی زندہ رکھا جاتا تھا

سٹر بو اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ ''پیدائش کے بعد جب ایک لڑکا دو ماہ کا ہو جاتا تو ایک حکیم اس کا معائنہ کرتا اگر اس کی جسمانی حالت مروجہ معیار کے مطابق ہوتی تو اس کو زندہ رہنے کا حق مل جاتا۔ دوسری صورت میں اگر اس کے اعضاء معذور یا کمزور ثابت ہو جاتے تو حکیم اس کو زندگی سے محروم کرنے کی سفارش کرتا۔''

پنجاب کے اس معاشرے میں عظیم وحدت کے لئے جو کئے گئے حصوں سے قدیم یونانی رسومات کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ چوتھی صدی قبل مسیح میں پنجاب کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کی روایات سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس دور میں کس طرح یونانی طرز معاشرت نے یہاں جڑ پکڑی تھی۔ غیر ملکیوں کی پنجاب میں آمد کی طرح جنگی خون سے ''گاؤ مسلی'' دشمن کی لوٹ مار سے علاقے کا سماجی ڈھانچہ مسلسل تبدیلی کا شکار رہا۔ مہا بھارت میں ہے کہ پنجاب کے جنگجو طبقے یک، دورت، اوش، دکان، سرچی اور کرما جیسی ٹکڑیوں میں تقسیم تھے۔ یہ نوبت قدیم قبیلے میں سے تھے۔ دروں کو جنگ و جدل کرنے والا سمجھا جاتا تھا جس کا کام پیشہ ور سپاہی کرنا تھا۔ انہیں سرخ اور سیاہ کپڑوں سے شناخت کیا جا سکتا تھا۔ جیسا کہ ہندو شکل کے سرخ اور سیاہ کالر تھے۔ دورتوں کی بڑی تعداد ذیل کی ''گول'' علاقے جس کی تجارت باعث ورد سے پیدا کرنے کی کوشش کر ''مسکن'' ہوتے جس کے سردار اب وہ تعداد ورگ پاس کرتا جیسے گروہوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ دکان اور سرچی حصے اچھوں یا سوداؤں کی مانند کی کرتے اور عموماً وہ الگ گروپ کی حیثیت سے رہتے تھے جو قبائلی گروہوں پر مشتمل تھے اپنے سردار کو راجہ کہتے تھے۔ ان جتھوں قبیلوں اور ٹکڑیوں میں جنگجو عنصر غالب تھا اور ان کا طرز زندگی پراچوں میں تمیز کرنا بہت مشکل تھا۔ مہا بھارت کے باب کرن پروا میں انہیں ''راجیہ جاکا'' کہا گیا ہے جبکہ بعض جگہ انہیں ''کشتریہ جاکا'' کے نام سے پکارا ہے۔ درحقیقت یہ لوگ ذات پات کی قید سے آزاد تھے اور ان کے ڈھانچے پر سماجی تبدیلیوں سے فرق پڑتا رہتا تھا۔

مہا بھارت کے باب ہشتم 7-6 45 میں بتایا گیا ہے کہ ایک برہمن لڑکا توں میں شامل ہو سکتا ہے اور کی

طرح ایک جنگجو مذہبی رنگ اختیار کرنے میں آزاد تھے یہاں تک کہ ان لوگوں میں سے بعض دودھ پیتے، سور، مرغی، گائے، گدھے، اونٹ اور بھیڑوں کا گوشت کھاتے تھے۔ قدیم باشندوں کی طرح یہ لوگ پیدا، مقوم، شراب اور رم کا استعمال کرتے تھے ان کی بے حیائی، آزادی، فطرت، گروہ بندی، شمالی اہل مذہبی مخالفت، سیاسی استحکام اور اقتصادیات کی مرکزیت سے انکار کی بنا پر انہیں تاریخی حوالوں میں ارسٹرب پر کرت، ارت یا جدید لغت میں "اروہ" کہا گیا ہے جس کا مطلب "بے وطن لوگ" ہے انہیں چور، گن یا لٹیروں کا گروہ بھی کہا جاتا تھا۔

آریاؤں سے انہیں خود مختار لوگ کہے جبکہ حسن انہیں چور کہتا ہے کیونکہ جنگجو قبائل سے بالکل مختلف ایک مہذب شہری معاشرہ بھی ہخامنشی حکمرانوں کے زیر تسلط وہاں پر تھا۔

سٹرابو لکھتا ہے کہ جہلم اور بیاس کے درمیان کم از کم 500 شہر آباد تھے۔ پلنی نے 750 قصبوں کے نام گنوائے ہیں جن میں سے بعض میں قبائلی ریاستی اکائیاں موجود تھیں انہیں 'جناپد' کہا گیا ہے۔ راوی اور چناب کے ساتھ آریاؤں نے گلاکنوئی کی سلطنت جو جہلم، چناب اور راوی کے درمیان قائم تھی، کے بارے میں تصدیق کی ہے کہ اس کے سب سے چھوٹے شہری آبادی بھی 5 ہزار باشندوں سے کم نہیں تھی۔ وہاں کئی شہر 10 ہزار سے اوپر آبادی پر مشتمل تھے۔

ہخامنشی تسلط کے خاتمے کے بعد پنجاب کی تیزی سے بڑھتی آبادی عدم استحکام اور سیاسی الجھن کا شکار ہوتی چلی گئی جس کا نتیجہ نئے معاشی سیاسی نظام کی صورت میں برآمد ہوا۔ سکندر کی آمد سے ایک نسل قبل سنسکرت کا انشا پرداز پانینی دریائے سندھ کے معروف علاقے "اٹک" کے قریبی گاؤں سلاتر میں پیدا ہوا اس نے پنجاب کے علاقوں کی جھلک اور نقشہ اس طرح بیان کیا ہے۔

شمال مغرب کے پہاڑی باشندے جن میں وادی گنبھیر کے آشوکیاں اور وادی سوات کے آشواکیان شامل تھے، نے مشکاوتی اور وراں جیسے مضبوط قلعوں کے ساتھ خود مختار قبائلی ریاستیں قائم کرنا شروع کر دی تھی۔

ان کے پاس حکمرانی کا پورا سیاسی ڈھانچہ موجود تھا۔ دریائے کابل اور سندھ کے خطے میں اشتی (موجودہ شنواری) آزمیں (موجودہ ترنگ) پتہ (قریبی [illegible]) [illegible] (موجودہ [illegible])

رووہت گریا (موجودہ افغان رودس) قبائلی بھرپور انداز میں دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ یہ تمام باشندے آج کل کے قبائلیوں کی طرح لوٹ مار میں مصروف رہتے" پہاڑی علاقوں سے تعلق کی بنا پر انہیں پروتی یا پروتی جیون کہا جاتا تھا۔ ان قبائل کے ساتھ بعض ایرانی باشندے بھی مقیم تھے جنہیں پالی اور یونانیوں نے پرشو کہا ہے۔

جیسا کہ اوپر کی طرح چین جاتی نے اسے جنوبی لکھا ہے۔ سلطنت گندھارا دو حصوں میں تقسیم تھی جس میں سے ایک کا پایہ تخت پشکلاوتی (آج کل چارسدہ کے قریب) اور دوسرا ٹیکسلا (راولپنڈی کے قریب ٹیکسلا کا شہر) پہلے حصے پر ہستاپان اور دوسرے پر اسو عراقی کرتے تھے۔ سکندر کے حملے کے وقت انہیں بالترتیب استے اور اومبھی کے نام سے جانا جاتا تھا۔ ستلج کے علاقے تک جنوبی گندھارا کے وسیع میدانی علاقے جسے واہیکا کہا گیا ہے، پر ایک دوسرا قبیلہ اپوراجیو سنگ پھیلا ہوا تھا۔ یہ لوگ بھی جنگجو اور حصت کے مالک تھے۔ ان میں سے بعض ذات پات میں تقسیم تھے اور کچھ نے قبائلی طور طریقوں کو اپنا رکھا تھا۔ برہمنوں کے جنگجو گروہوں میں سے جنہیں کرپالوولا کہتا ہے ان میں سے کشتریوں میں سے ایک گروپ راجی تھا۔ مہابھارت ہمیں برہمنوں کی شاخ واہیکوں کے بارے میں بتاتی ہے۔

یونانی تاریخ دان سمبے کے شمال مغرب میں 20 میل کے فاصلے پر برہمنوں کی ایک آبادی (اناری) کا ذکر کرتے ہیں۔ پانی نے راجنوں کے علاقے اپوراجیوں سنگھا کا ذکر کیا ہے جو شاید شمالی پہاڑ کے قریب واقع تھا کیونکہ یہاں سے ملنے والے حصص قدیم سکے اس خیال کو تقویت پہنچاتے ہیں ان میں بعض تجارت پیشہ افراد ایسے کاروبار بھی کرتے تھے اور انہیں 'ورت ستروپ جیوی' کہتے تھے اسی طرح شودر بھی دیگر گروہوں کی طرح تجارتی کو پیشے کے طور پر اختیار کرتے تھے۔ پانی شودروں اور چین جانی کو برہمنک "جنپد" کے نام سے بیان کرتا ہے جو شاید سودراموں کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ سودر ہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے سندھ میں سکندر اعظم کے خلاف سخت مزاحمت کی تھی۔

اس تفصیل سے ثابت ہوتا ہے کہ شمال مغربی تمام گروہوں نے کورو سلطنت اور وسطی ہند کی اقتدار کے خاتمے کے بعد کی غیر یقینی صورتحال میں خود کو جمہوری اداروں میں منظم کر رکھا تھا ان گروہوں نے اگرچہ پہلی بار ذات

برقرار رکھی۔ یہ تمام لوٹ مار کرنے والے غیر ملکی حملہ آوروں کی طرح پنجابیوں سے ایک مستحکم تشکیل رہتا ہے اور اپنے دفاع کے لیے چھوٹی ریاستوں اور کیمپ کا فرق سے کوئی پیش رفت نہیں کرتا۔ پنجاب کے ساتھ ملانے میں ایک مضبوط عمل تھا جو دراصل ان گروہوں کی تجزیہ اور باہمی برابری کا باعث تھا۔ ایودھیا جیوتی سمتی کی اصطلاح بھی ان گروہوں میں برابری کی روح کو ظاہر کرتی ہے۔

سلطنت وحیہ میں ایودھیا جیوتی یا لوٹی کو مختلف کے علاوہ بھی اس دور کے ورکا موجودہ ورک، وہجاولی موجودہ باجوہ، دھیوکا موجودہ گل، اورتیا، شاکل پاتر، دھرتیا موجودہ دت وغیرہ سمیت متعدد جاٹ قبائل کا ان کی تصدیق پر اشتراک ہے۔ جو ان میں سے ہم کشور ک اور ہالوے تھے۔ یہ لوگ ماضی میں پنجاب کے بڑے قبیلے مدر سے وابستہ تھے۔

پانی باب پنجم 13 3 اور باب ششم 108 2 میں بیان کرتا ہے کہ مدرسے دو گروہوں میں تقسیم تھے۔ ایک اہم قبیلے چناب اور جہلم کے درمیانی علاقے ضلع گجرات میں مقیم تھے

اسی طرح دوسرا گروپ پا، اور چناب اور راوی کے درمیان موجود تھا اور سیالکوٹ کے علاقوں میں پھیلا ہوا تھا ان کا مرکزی شہر ساکالا دریائے اپگا کے کنارے واقع تھا۔

یہ شہر آج کل کے سیالکوٹ کی طرح جدید تھا جو نالہ ایک کے ساتھ قائم ہے۔* ایک پہاڑی سلسلے سے محفوظ رہنے والا نالہ تھا جو ضلع جھنگ کے علاقے شورکوٹ سے دھولی گل اور جا کر غائب ہوتا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ان میں سے دو کی علیحدہ گروہ کے طور پر جانا جانے لگا تھا۔ اسی وقت پر کرت زبان میں 'مدر' کو نامی حیثیت مل گئی تھی۔ اس طرح ان کی ایک شاخ مدری کی پہچان بعد کے طور پر ہو گئے گی آج کل بھی انھیں مضطلح کیا جاتا ہے۔

مدرہوں نے اسی دوران سموؤں کے ساتھ رشتہ داری شروع کر دی تھی جیسا کہ مہابھارت سے ذکر کیا ہے کہ ایک مدری شہزادی مادری کی شادی سموسے شہزادے سمیاؤں کے ساتھ ہو گئی ان دونوں کے ملاپ سے

---

* سیالکوٹ شہر کے قریب سے ساتی نالہ ایک ... بھی موجود ہے۔ (م ح)

مالوؤں سے [illegible] ان دونوں دریاؤں کا [illegible] کے درمیان آباد تھے۔ یہاں دکھائی دیتا ہے کہ مدروں یا مالوؤں کی دریائی شاخ ہونے کی حیثیت سے انہیں کشدرک مالوے یا [illegible] مالوے کہا جاتا تھا بعد ازاں یہ لوگ دو الگ شاخوں میں تقسیم ہو گئے اور انہیں کشدرک اور مالوہ کہا جانے لگا۔ مہابھارت کے مطابق یہ قبیلے خطے کے مشرق میں راوی اور بیاس کے درمیانی علاقے میں رہنے لگے۔ اس وقت اس علاقے کو مدھیہ [illegible] اور آج کل ماجھا کہا جاتا ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ [illegible] کے داخلی علاقے [illegible] کے شمال میں ریاست [illegible] ستلج موجودہ دور کا مالوہ ہے۔ آج کل بھی لدھیانہ اور ستلج کے درمیانی علاقے کو مالوہ اور یہاں کے باشندوں کو مالوے کے نام سے جانا جاتا ہے۔

[illegible] صدی قبل مسیح میں شمال سے لوگوں کے دباؤ پر مالوے اور ان کے دیگر [illegible] کشدرک جنوبی پنجاب کی جانب ہجرت کر گئے۔ حملہ [illegible] کے موقع پر مالوے چناب [illegible] ہوتے ہوئے چناب اور سندھ کے داخلی خطے تک پھیل چکے تھے۔ ان کے ہم قبیلہ کشدرک راوی اور ستلج کے علاقے بہاولپور میں مقیم تھے ان کا علاقہ ستلج کے سندھ سے ملاپ کے قریبی علاقے تک پھیلا ہوا تھا۔ اس وقت کے مشہور دیگر قبائل میں [illegible] موجودہ [illegible] اور [illegible] شامل ہیں۔

[illegible] خطے میں دو جنگجو قوم [illegible] تھے۔ یہ لوگ افغانستان کے قبیلہ [illegible] کے جانشین [illegible] تھے۔ کہتے ہیں انہوں نے نقل مکانی کر کے موجودہ علاقے [illegible] کو اپنا وطن بنایا تھا۔ ان کے علاوہ [illegible] تھے جو جنگل کے [illegible] ہیں اس طرح دیگر باشندے تھے۔ [illegible] کے ساتھ [illegible] کا ذکر کرتا ہے جو [illegible] قبائل پر مشتمل تھی۔

مہابھارت بھی ہمیں [illegible] کے متعلق قبیلے کے بارے میں بتاتی ہے جو جنگ میں "[illegible]" سے [illegible] کے ساتھ [illegible] تھے۔ [illegible] کا مطلب ہے [illegible] ستلج [illegible] اور [illegible] ہوتی ہے۔ [illegible] سے راوی اور [illegible] تک

جیسے پہاڑی ملک پر مشتمل تھا جس کی شمالی سرحدیں وادی کوہ تک وسیع تھیں۔

ہخامنشیوں کے زوال اور مقدونوی حملہ آوروں کے شروع کے دور میں پنجاب کا منظر نامہ بتدریج تبدیل ہو رہا تھا۔ [illegible] متقدم دور کے جن مورخ جیسے [illegible] معاشی سیاسی تبدیلیوں کی شکل کی جھلک دکھاتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں۔

> دریائے کابل کے شمال میں پہاڑی ملک میں ہند ایرانی نسل کے اسپاسی اور آشوکانی لوگ بسے ہوئے تھے غالباً یہ آشوپاس اور اشوپالی یا [illegible] کے قبیلے تھے۔ ان کے مضبوط مرکز مساگا، باجوڑ اور آورنوس جیسے پہاڑی علاقے [illegible] ہوں گے۔ مغربی گندھارا کئی شہروں میں تقسیم تھا جن پر نوپا (کوہاٹ) استاکت (شرابجت) اور جسمی (جسٹن) سردار حکمران تھے۔ مشرقی گندھارا امبھس (امبھی) کے تحت تھا۔ یہ [illegible] قبیلے کے ارکان تھے۔

کشمیر بالخصوص پونچھ راجوری پر خود مختار بادشاہ ابھیسارس (ابھیسار) حکومت کرتا تھا۔ اس کے ساتھ جہلم کے شمال میں گلاوزی (گلاوکیانی) اس طرح [illegible] باجوڑ کے علاقے تھے۔ دریائے جہلم کی دوسری جانب مشرق میں چناب کے علاقے میں پورس کی سلطنت تھی۔ چناب اور راوی کے درمیان اس کا ہم نام [illegible] بھتیجا پورس حکمران تھا۔ راوی کے مشرق میں بیاس تک کٹھیے (کاٹھے) اور سوفائٹس (سوبھو) لوگ آباد تھے جو دریائے جہلم کے علاقے سے نقل مکانی کر کے یہاں آئے تھے اس کے بعد وہ فاتح شاہ بھگلا یا بھگس یا بھاگلا کا ذکر کرتا ہے۔

بیاس کے مشرق میں ملک بہت زرخیز تھا اور وہاں کے باسی نہ صرف زبردست قسم کے کاشتکار بلکہ مرد میدان تھے ان کے پاس ایک منظم حکومت کے تحت مثالی نظام موجود تھا جس کا حکمران طبقہ اپنے اختیارات انصاف اور اعتدال کے ساتھ استعمال کرتا۔ ان کے ہاتھیوں پر مشتمل دستے دیگر لوگوں کی بہ نسبت زیادہ مضبوط تھے۔ بلاشبہ یہ [illegible] جیسے قبائل کی شاخیں تھیں

جنوبی پنجاب میں ملاوی (ملاوے) لوسیدرالی (کوشدرک) سسوئی (سی) الکشیانی، زنکھ سے (گ ے) دوسادولی (دوسالی) دھرولی (کسترکانا) اور دیگر غیر منظم قبائل آباد تھے۔ ان لوگوں کے پاس باقاعدہ قیادت والے منظم ادارے موجود تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ لوگ شمال کے حملہ آوروں کے دباؤ پر جنوب کی طرف نقل مکانی کر گئے تھے۔

اس تمام سماجی سیاسی پس منظر اور حالات کے بیان کا مقصد پورس کے عروج کے ادوار کو اچھی طرح قابلِ فہم بنانا ہے۔

3

یورپ کا عروج اور جنوبی ایشیا

3

پورس کا عروج اور جنوبی ایشیا

براعظم ایشیا کی تاریخ کا اہم واقعہ چھٹی صدی قبل مسیح میں ایران کی ہخامنشی سلطنت کا قیام اور پھیلاؤ تھا۔ مغربی ایشیا کے لوگ آشوری حکمرانوں کی جارحانہ فوجی سرگرمی سے تنگ آ گئے تھے خصوصاً 745 قبل مسیح میں آشوری حکمران تگلاتھ پلیسر سوم کی دہشت گردی کے باعث سخت خوف و ہراس اور پریشانی کی حالت طاری تھی۔ اسی دوران جنگلی قبیلے کے خانہ بدوشوں کی ترک تاز نے صورتحال کو بدتر بنا دیا تاہم جب فارس اور میڈیا کے حکمران سائرس اعظم (559 530 ق م) نے پریشان حال لوگوں سے امن اور اتحاد کا وعدہ کیا تو ان کی اکثریت نے کم و بیش خوشی سے خیر مقدم کیا اور سائرس اعظم کو نجات دہندہ کے طور پر گلے لگایا اس نے مغربی ایشیا سے ایشیائے کوچک تک دیگر ریاستوں کے ساتھ بھائی چارہ قائم کیا تاہم اس نے لیڈیا کے علاقے کی فتح کی روایات سے ہٹ کر بابل کی حکمت عملی اختیار کی اس نے لیڈیا کو اپنا صوبہ بنا کر بھی اس کی مکمل خود مختاری میں کسی مداخلت سے گریز کے اصول پر عمل کیا اس کے معاشی نظام اور ثقافت کو نہ چھیڑا گیا بعد ازاں سائرس کے بیٹے اور جانشین کمبوجیہ دوم (530-522 ق م) نے اپنے بھائی بردیا کی بغاوت کچلنے کے لیے سخت گیر نظام اور مرکزیت کی پالیسی اختیار کی۔

جب دارا [illegible] مصر میں مصروف تھا کئی صوبوں نے بغاوت کر دی [illegible] سلطنت کا شیرازہ بکھر رہا تھا اور حقیقی شہنشاہ کو خود بھی [illegible] (486 522 ق م) نے 19 جنگوں میں تمام شورشیں دبا [illegible]

بلوچستان، اسی طرح وادی مہران سے سیر دریا تک اس کا قبضہ کر دیا۔

سکیتھی مہم میں ناکامی کے بعد اس نے تھریس اور مقدونیہ کو فتح کر لیا لیکن ... کو پار کرنے کے بعد اس نے یونانی شہروں پر قبضہ کیا جس کے باعث کاروباری تجارت جیسے اہم کاروبار شروع ہونے کا موقع ملا ... مختلف ریاستوں میں تقسیم شہروں کو بھی بچاؤ نظروں سے دیکھنا شروع کر دیا ... حملہ آور کے ... یونانی شہر وقتی طور پر عارضی طور پر متحد ہو گئے۔

آیونی شہروں نے بھی بغاوت کی لیکن دارا نے ایک ایک کر کے سب کو کچل دیا اور پھر یونان کو سزا دینے کا فیصلہ کیا ... جس کے نتیجے میں جرنیل ... کی قیادت میں بحری مہم کے ذریعے ... پر قبضہ کر لیا گیا تاہم فاتح ایرانیوں نے عبادت گاہیں مسمار کر کے شہر جلا دیے اور لوگوں کو غلام بنا کر ... بھیجنے کے اقدامات سے یونانیوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی ایرانیوں کے خلاف غم و غصے کی لہر پورے ملک میں پھیل گئی ... کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے جب 490 قبل مسیح میں دارا ... میراتھن کے میدان جنگ میں ایتھنز کے باشندوں نے اس کی متحدہ افواج کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔

دارا کے جانشین زرکسیز (486-465 ق م) نے اپنے باپ کی ناکامی کا بدلہ لینے کے لئے 46 قوموں پر مشتمل فوج ... 29 کمانڈروں کی قیادت میں یونان بھیجا وہ یونان کو ہر قیمت پر فتح کرنا چاہتا تھا تھریس، مقدونیہ اور شمالی یونان کی ریاستوں نے کسی مزاحمت کے بغیر خاموشی سے ہتھیار ڈال دیے لیکن ایتھنز کے وطن پرست عناصر سپارٹا کی مدد سے ایرانیوں کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہو گئے اور دشمن کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا اس میں کوئی شک نہیں ایرانیوں نے یونانیوں کو شکست دے کے ... شہر کو آگ لگا دی تاہم یونانیوں نے ہمت نہ ہاری اور 480 قبل مسیح میں انہوں نے سلامس میں ایرانی بحری بیڑوں کو زبردست زک پہنچائی ... جرنیل مردونیس نے ایتھنز اور آٹیکا کے خلاف لشکر کشی کی لیکن یونان کی متحدہ افواج نے پلاٹیا کے مقام پر اسے شکست فاش دی یونانی بحری جہازوں نے ... کو ساحل ... میں تباہ کر دیا ... کامیابی نے یونانیوں میں نئی روح پھونک دی ... پورے ملک کو

غیر ملکی تسلط سے آزاد کرالیا۔

شاہ ارتخشتر اول (465-425 ق م) کی قیادت میں آیونی شہروں سے یونانی حکمرانی کا خاتمہ کر کے خود مختاری حاصل کرلی۔ دارا دوم کے دور میں ایتھنز کے بحیرہ روم کے علاقوں پر قبضہ کر کے ایرانیوں نے کئی آیونی شہروں کو باجگزار بنایا تھا۔ ارتخشتر دوم (404-358 ق م) کے طویل دور میں آہخمنشی سلطنت مسلسل زوال پذیر رہی۔ ایرانی حکومت کی گرفت کمزور ہوتے دیکھ کر یونانیوں نے صورتحال سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا اس طرح ایشیا پر حملہ کا آغاز کر دیا گیا۔ یونانیوں کی 10 ہزار فوج نے بڑے اطمینان سے "کیونکسا" کے میدان جنگ تک پیش قدمی کی اس نے سپارٹائی سردار ایجسی لیس کی ایشیا کوچک پر چڑھائی کی حوصلہ افزائی کی۔

اسی دوران میں فلپ نے مقدونیہ میں عروج حاصل کیا اور 338 ق م میں ایتھنز کو سرنگوں کر لیا۔ چار سال بعد اس کے 21 سالہ بیٹے سکندر (الیگزینڈر) نے 30 ہزار پیادوں کے ساتھ دردانیال کو عبور کیا۔ اس کی فوج میں 5 ہزار گھڑ سوار بھی تھے۔

جارحیت جو پہلے ہمیشہ ایرانی فرمانرواؤں کا خاصا تھا اب یونانیوں کا شعار بنتا جا رہا تھا۔ ایشیا کی تاریخ میں سکندر کے ہاتھوں ایران کی فتح ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

گرانی کوس کی جنگ میں ایرانی صوبیداروں کی شکست کے بعد سکندر نے ایشیا کوچک پر قبضہ کر لیا۔ ایرانی شہنشاہ دارا سوم یونانی حملہ آور کا مقابلہ کرنے کے لئے آئسوس کے مقام کی طرف نکل کھڑا ہوا اس کی فوج بے جگری سے لڑی لیکن عین جنگ کے دوران اس کے میدان جنگ سے بھاگ جانے کے نتیجے میں لڑائی کا پلڑا یونانیوں کی طرف جھک گیا۔ سکندر جنوب کی جانب بڑھا اور فونیقی قصبوں پر قبضہ کرتے مصر جا پہنچا شاید اس نے ایسا اپنے خلاف آہخمنیشیوں اور ایتھنز کے بحری بیڑوں کے ممکنہ اتحاد کے خلاف پیش بندی کے طور پر کیا کیونکہ ماضی میں ایجسی لیس ایسے ہی حالات کا شکار ہو چکا تھا۔ مصر کی فتح مکمل ہونے کے بعد سکندر نے آہخمنشی سلطنت کے قلب پر حملہ کیا۔ اربیلا اور نینوا کے درمیان اس نے پھر شہنشاہ دارا کو شکست دی یہاں بھی میدان جنگ سے شہنشاہ کے فرار کی اطلاع سے ایرانی فوج کا حوصلہ پست ہوا اور

سے شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

اب پورا مغربی ایشیا یونانیوں کے قدموں تلے روندا جا چکا تھا بابل اور سوسا پر قبضہ کر لیا گیا۔ پرسی پولس کے شاندار محلات کو آگ لگا دی گئی۔ سکندر نے پہلے تو ہخامنشیوں کے پایہ تخت پر قبضہ کیا پھر اس کے ساتھ ہی نہ صرف بکتریا اور سوغدیا پر فتح کیا بلکہ افغانستان کے پہاڑی علاقوں کو فتح کرتا ہوا سلطنت گندھارا اور پنجاب میں گھستا چلا گیا۔ جنوبی ایشیا کے چھٹی سے چوتھی صدی قبل مسیح کے دور کے حالات سے مسلسل پتہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یونانیوں کے اتحاد اور کسی اپنی سلطنت کو چلانے کی سوچ اور اس میں ہخامنشیوں کا بڑا ہاتھ تھا۔

ہخامنشیوں نے راج پاٹ کے نئے طریقے متعارف کرائے انہوں نے معاشی آسودگی کی شروعات سے یونان سے گندھارا تک طرز معاشرت تبدیل کی۔ فوجی جو ... کا مقتدر حکمرانوں کا نظام قائم ہو گیا ... دارا نے ایک ... ریاست 10 صوبوں اور 20 مالیاتی علاقوں میں تقسیم کر دی گئی ہر علاقہ کا ایک گورنر ہوتا تھا جو صوبے ... اعلیٰ عہدے کا ... کی مدد کے لئے ایک فوجی جرنیل مرکز کی طرف سے مقرر کیا جاتا تھا ان دونوں حکام کے علاوہ ایک ٹیکس کلکٹر بھی ہوتا تھا۔

ان تینوں حکمرانوں کا عہدہ ایک جیسا تھا اپنی مخصوص ذمہ داریاں پوری کرنے کے ساتھ وہ ایک دوسرے کے معاملات پر بھی نظر رکھتے تھے مرکز اور صوبے کے درمیان رابطے کے لیے سیکرٹری بھی مقرر کیا جاتا تھا اس کے ساتھ بادشاہ وقت کی آنکھ کہلانے والے سپاہی مختلف صوبوں کا دورہ کرتے اور نگرانی کرتے تھے ان سپاہیوں کے ساتھ فوجی دستے بھی بھیجے جاتے تھے۔ ... بادشاہ کا ایک ایلچی اور فرستادہ صوبوں کا دورہ کرتا جاسوسی کا نظام کافی ترقی یافتہ اور جدید تھا مواصلات انتہائی موثر ... گھوڑا اور ڈاک کا نظام اعلیٰ تھا۔

سول انتظامیہ کے ساتھ فوجی نظام بھی نئے سرے سے ترتیب دیا گیا سائرس کی فتوحات کے بعد ... فوج ... کی جگہ گھڑ سوار ... "جاودان" ... 10 ہزار فوجیوں پر مشتمل مخصوص دستہ بادشاہ کے

محافظہ کا کام کرتا تھا۔ ان محافظوں کی اکثریت ایرانی اور سغدی کی ہوتی تھی۔ دیگر قومیتوں پر مشتمل فوج کا کمانڈر بھی ایرانی مقرر کیا جاتا تھا۔ ایک رجمنٹ ایک ہزار سپاہیوں کی کمپنی پر مشتمل ہوتی تھی۔ ہر کمپنی 100 ارکان کے ساتھ سکواڈرن بناتی جس کے بعد 10 جوان ایک گروپ بناتے۔ سپاہیوں کو گھڑ سوار، تیر انداز اور نیزہ برداروں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ ہر رجمنٹ کو اس کے قومی لباس، ٹوپی، اسلحے اور جھنڈیوں سے پہچانا جاتا تھا۔ تیر انداز (اسپر) اور شہسوار (سپتی) لشکر کا بنیادی جزو ہوتے تھے۔ اونٹوں اور ہاتھیوں کی الگ فوج بنائی جاتی تھی۔ ڈھال، تیر اور چھوٹی تلوار ان کے خاص ہتھیار تھے۔ سپاہیوں کو شیر، شہد، گوشت اور انگور کی شراب فراہم کی جاتی تھی۔ برق رفتار حملے کی حکمت عملی اختیار کی جاتی اور مقصد حریف کی مکمل تباہی ہوتا۔

قانون کی پوری پاسداری کی جاتی تھی۔ تمام میسوپوٹیمیا میں داتا شاثری (شاہی قانون کے مطابق) نافذ تھی۔ بادشاہ کا فرمان ججوں (داتابر) جو ایرانی شرفاء میں سے ہوتے تھے، کے ذریعے لاگو کیا جاتا تھا۔ ان کے فیصلوں کے خلاف اپیل سات ججوں پر مشتمل بنچ سنتا آخر میں حتمی فیصلہ بادشاہ کرتا تھا۔ مدعی کو اپنا مقدمہ حلف اٹھا کر دائر کرنا پڑتا تھا۔ قانون دانوں کا ایک طبقہ بھی تھا۔ سزائیں کافی سخت دی جاتیں، بدعنوانی پر کڑی نگاہ رکھی جاتی۔ صنعت و حرفت نے کافی ترقی حاصل کر لی تھی۔ دارا کے عظیم سکے دارک کی طرف سے سکے رائج کرنے کے بعد سے مالی لین دین کافی آسان اور یہ طریقہ مقبول ہو چکا تھا۔

ایشیائے کوچک، فلسطین، یونان اور وادی دجلہ و فرات کی دھاتیں، تانبا، لوہا، اور چاندی قبرص سے، کرمان کا سونا چاندی، سیستان کی جست، ایدوم کا جپسم، بدخشاں کا نیلم اور خراسان کا مرجان بڑی مقدار میں ایک جگہ سے دوسری جگہ خرید و فروخت کیا جاتا تھا۔ خلیج فارس سے پکڑی گئی مچھلی خشک کرنے کے بعد پیک کی جاتی اور دور دراز کے علاقوں کو بھیجی جاتی تھی۔ شیشے، کپڑے، مسالوں اور تلواروں کی بڑی مانگ تھی۔ شہروں میں کپڑا، چمڑے کا سامان، جوتے، فرنیچر، چاندی اور کانسی کی مصنوعات، زیورات، ادویات اور آرائش کا سامان بڑے پیمانے پر تیار کیا جاتا۔ کاروباری شخصیات کی بنا پر تجارت، بیوپار اور بینکاری کا نظام مستحکم تھا۔

ہخامنشی دور کی ایک خاص بات یونان اور پنجاب کے باسیوں کا تعلق ہونا اور باہمی ملاپ تھا۔ اگر کسی ہندی فلاسفر نے سقراط کے ساتھ فلسفہ پر بحث کی تو دوسری طرف یونانی سوفسطی نے پنجاب میں ریاست کے ادارے کھولے۔ ایک طرف دیکھیں کہ وہیں سے یونان میں ہندوستانی روایات کو عام کیا اور افلاطون سے

ہندی نظریہ کا دیوتا اور دیوتا پرجاپتی خیال کیا تو ہنتی نے یونانی ادب سے لگاؤ کا اظہار کیا تھا" اور "کشمیر" سے یونانی حرفت کی تعریف کی تو وراہا مہر نے یونانی علم فلکیات کا اعتراف کیا۔ اگر ہندوستانی مور اور مرچ یونان میں پہنچائی جاتی تھی تو پنجاب میں یونانی مفکروں، اپولونیس اور پیتھاگورس کا ذکر ملتا۔ گرسطیوں نے ایرانی طرز پر ڈیلین لیگ کا نمونہ تیار کیا جو تاہم ہوا۔ ایرانی انقلاب کے تسلط کے بعد اخمینیوں نے مقامی شہروں میں نافذ کیا تھا تو ہندوستان میں ٹیکسلا سے مرکزی طرز حکمرانی کا نظام متعارف کرایا جو گندھارا اور سندھ کی ستراپیوں میں یونانی گورنروں کے ذریعے نافذ کیا گیا تھا۔ یعنی دونوں اطراف سے اعلیٰ قسم کے علوم، تجربات اور اشیاء کا لین دین جاری تھا۔ اگر یونان میں متحدہ شہری ریاستوں کو اخمینیوں کے خلاف متحد کیا تو ہندوستان میں پورس نے پنجاب کے حق کے کام کا آغاز اور چندرگپت موریہ نے مکمل کیا۔ مختصر یہ کہ اخمینیوں نے یونان اور پنجاب میں اتحاد اور مرکزیت کے بنیادی رجحانات کی معاشرتی نمو اور پیچیدگی کو تحریک دی جس کے نتیجے میں یونان میں سکندر اور پنجاب میں مہاراجہ پورس کی شخصیت کو عروج حاصل ہوا۔

ہم یہ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ پورس نے یونان اور جنوبی ایشیا میں اخمینیوں کے دورِ اقتدار میں رونما ہونے والے طویل تاریخی پس منظر کے بعد عروج حاصل کیا۔

4

پورس کا عروج

4

پورس کا عروج

راجہ پورس کے عروج کے دور پر غور کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اس زمانے میں پنجاب تنازعات، آویزش، جدوجہد اور جنگجو قوموں کی فوجی پیش قدمی کا گہوارہ بنا ہوا تھا۔ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ٹیکسلا میں ہخامنشیوں کے زیر سایہ مذہبی ہم آہنگی سے پاک مرکزی طرز حکومت کے نظریے سے جنم لینے والے اتحاد اور امن کا سورج اب دھیرے دھیرے مدھم پڑتا جا رہا تھا۔ طوائف الملوکی، قبائلیت اور علیحدگی پسند عناصر پرامن قوتوں، استحکام اور ریاست سے متصادم تھے۔ نت نئے تجربات اور ہیجانی صورتحال نے پورس کے عروج میں اہم کردار ادا کیا۔

پنجی سنسکرت کی انشاپردازی میں پوروا یا پورووں کا جس طرح ذکر رہتا ہے اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ یہ کوئی اہم حکمران قبیلہ تھا ہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ پورس نے "شہنشاہ دارا کی موت کے بعد طاقت حاصل" کرنے میں کامیاب ہوئے۔ پورو دوآبے کے بعد اس قبیلے کے زمانی کتب سنسکرت میں ملتے ہیں۔

صورتحال سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ہخامنشی اقتدار کے خاتمے سے پیدا ہونے والے خلا میں جنگ مختلف قبائلی سردار پنجاب اور شمال مغرب میں خودمختار حیثیت اختیار کرنے میں مصروف تھے۔ دارا کے بیٹے کا مرنے کے بعد اور اس یونانی ریکارڈ سے پورس کا نام ابھرتا ہے جو چناب اور جہلم کے درمیان پہنچ گیا اور خودمختار حکومت قائم کرلی۔ ہخامنشی دور کے زوال کے بعد سے مشرقی گندھارا (ٹیکسلا)

میں اپنی حیثیت مستحکم کر لی۔ مغربی گندھارا پر استیان قبیلے نے آستے کی قیادت میں اسی طرح اپنی حیثیت سے مستحکم کر کے اپنا نام بلند کر لیا تھا۔ قدرتی طور پر پورس اور ابھیوں میں تعلقات کشیدہ تھے کیونکہ ہمسایہ ہونے کی وجہ سے دونوں کے مفادات میں ٹکراؤ ہو رہا تھا۔ جہلم اور چناب کے دوآبے میں پورس کی بڑھتی طاقت کے پیش نظر موسیقی کے یونانی جانشینوں کو راوی اور بیاس کے دوآبے کی جانب نقل مکانی کرنا پڑی۔ یونانی مورخ بیان کرتے ہیں کہ چناب اور راوی کے درمیانی علاقے پر جو پورس کا ہم نام بھتیجا* جونیئر پورس حکومت کرتا تھا۔ سٹرابو لکھتا ہے کہ

"پورس جونیئر جس خطے کا حکمران تھا اسے گندھاری کہتے تھے جبکہ آرین کا دعویٰ ہے کہ وہ چناب کے مشرقی حصے پر قابض تھا۔ بڑے پورس کو شکست دینے کے بعد سکندر نے چھوٹی فوج کے ساتھ بدمعاش پورس کی سلطنت کی جانب کوچ کیا تو معلوم ہے کہ یونانی حملے کے وقت یہ پورس اپنا تخت چھوڑ کر نامعلوم مقام کی جانب فرار ہو گیا۔" آرین مزید لکھتا ہے کہ

"سکندر اس کا تعاقب کرتے کرتے ہائیڈراؤٹس (دریائے راوی) تک جا پہنچا۔ اس واقعے میں کسی اور قبیلے یا بادشاہ کا ذکر نہیں۔ جس سے اشارہ ملتا ہے کہ چناب اور راوی کے درمیانی علاقے کا فرمانروا بھی پورس (جونیئر) تھا۔" یونانیوں سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ جونیئر پورس مشرقی خطے پر ہم نام پورس حکومت کرتا تھا۔

ایسا لگتا ہے کہ چناب اور راوی کے درمیانی علاقے کو [illegible] سے کچھ عرصہ بعد پورس سے اس کا [illegible] بھتیجے نے [illegible] چھوٹے پورس [illegible] خود مختار حیثیت سے [illegible] شروع کر دی۔ جب سکندر نے بڑے پورس پر حملہ کیا تو چھوٹے پورس نے صورتحال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے [illegible] یہاں تک نہیں بلکہ اس نے سکندر [illegible] کوشش کی [illegible]

* [illegible]

کے درمیان چھوٹے پورس کی ریاست حائل تھی۔ اس اشتعال انگیزی کے باوجود راجا پورس اپنی طاقت ایسے موقع پر اپنے بھتیجے کے خلاف تقسیم نہیں کرنا چاہتا تھا۔ تاہم جب چھوٹے پورس نے کھل کر سکندر سے معاملات طے کرنا شروع کر دیے تو راجا پورس نے اسے زیر کرنے کو اپنی سرِفہرست ترجیح میں شامل کر لیا۔ اس کے خوف سے پورس (جونیئر) اپنی سلطنت چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا"

اس صورتحال کو آرین نے یوں لکھا ہے۔ "جب راجا پورس اور سکندر کے درمیان کشیدگی بڑھ گئی تو چھوٹے پورس نے سکندر کے پاس اپنے ایلچی بھیجے اور اپنے ملک سمیت ہتھیار ڈالنے کی پیشکش کی۔ تاہم یہ پیشکش سکندر سے دوستی سے زیادہ پورس کی دشمنی کا نتیجہ تھی"۔

جب چھوٹے پورس کو معلوم ہوا کہ سکندر نے نہ صرف اس کے چچا کو آزاد کر دیا ہے بلکہ اس کی سلطنت بھی بڑھا دی ہے تو وہ راجا پورس کے انتقام کے خوف سے تخت چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ اس نے اس خدشے کے پیش نظر کہ کہیں اس کے اپنے مسلح جنگجو راجا پورس کے کسی کام نہ آ جائیں، ان کو بھی اپنی ہمراہی میں لے لیا۔

راجا پورس کے کہنے پر سکندر نے باغی چھوٹے پورس کو، راوی کے پار آ کر ڈھونڈ نکالا۔ اس صورتحال میں پورس کو گندھارا کی جانب ریاست مَدرہ کے علاقے ٹنگری وادی کی جگہ غلطی سے منتقل کیا گیا ہے، کی طرف بھاگنا پڑا کیونکہ پورس کا ان حالات میں گندھارا کے کسی علاقے کی طرف جانا ناقابل فہم ہے۔

اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ راجا پورس اور چھوٹے پورس میں درحقیقت کیا رشتہ تھا؟ بعض ماہرین کا کہنا ہے کہ اول الذکر چچا اور مؤخر الذکر بھتیجا تھا۔ یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ دونوں نے جہلم اور چناب اسی طرح چناب اور راوی کے درمیان علیحدہ بادشاہتیں قائم کر رکھی ہوں؟ جواب نفی میں ملتا ہے۔ اگر یہ درست مان لیا جائے کہ دونوں بہت پہلے سے الگ حکومتیں تھیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ چھوٹے پورس نے اپنے چچا کی پناہ میں آنے کے بجائے دور دراز کے علاقے مَدرہ کا انتخاب کیوں کیا؟ بہرحال ہو سکتا ہے کہ بغاوت کرنے کے بعد وہ ذاتی طور پر مغلوب ہوا اور بہتر فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں نہ ہو

اس کے علاوہ ہمیں راجا پورس کی کشدرک۔ مالووں کے خلاف مہم جوئی کا پتہ چلتا ہے۔ حالانکہ یہ پہلے پورس جو پیرو کی سلطنت کی دوسری طرف آباد تھے لہٰذا اگر چھوٹا پورس خود مختار حکمراں تھا تو اس نے اپنے علاقے سے راجا پورس کی فوجوں کو گزرنے کی اجازت اور طاقت بڑھانے کا موقع کیوں دیا؟ یہ اتفاقات اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ راجا پورس نے راوی چناب دوآبے کو فتح کر کے اپنے بھتیجے کی حکومت ختم کر دی اور وہاں اپنا سردار مقرر کر دیا۔ دریائے جہلم سے راوی تک کا سارا علاقہ فتح کر لینے سے راجا پورس نے مالووں سے تکرار کے لئے دوسرا قدم اٹھایا۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ لوگ مدر قبائلی نسل سے تھے جو کہ چناب اور راوی کے درمیانی خطے میں مقیم تھے۔ اس علاقے میں پورس کی مہم جوئی اور ان کے جبر نے کشدروں کے دباؤ پر مالوے راوی چناب دوآبے سے نکل کر چناب سندھ دوآبے کے کوٹ کمالیہ، جھنگ اور ملتان جیسے بڑے شہروں پر مشتمل علاقوں میں پھیل گئے۔ ان کے رشتہ دار کشدرک مشرق میں راوی اور ستلج کے علاقے بہاولپور ریاست اور سندھ کے شمالی علاقے تک پہنچ گئے۔

ٹارن لکھتا ہے۔ "یہ لوگ ہندوستان کے اس علاقے میں غیر منظم قبائل میں سب سے زیادہ طاقتور اور جنگجو نسل تھے لہٰذا پورس کے لئے انہیں زیر کرنا ممکن نہیں تھا اس لیے پورس نے ابھیسار کے ساتھ اتحاد کیا اور کشدرک۔ مالووں پر چڑھائی کی۔ جنگ کے ساتھ پورس نے مالووں کے قریبی قبائلیوں کو ان کے خلاف استعمال کرنے کی سازشیں بھی جاری رکھیں تاہم جنگ اور سیاست دونوں مالووں کو زیر کرنے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔"

جیسا کہ ٹارن لکھتا ہے کہ پورس اور ابھیسار کی پوری تیاری سے کیا جانے والا حملہ بھی ناکام رہے۔ ایسا نظر آتا ہے کہ دونوں بیرونی حملہ آور فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے مالوے اور کشدرک بھی متحد ہو گئے۔ اس طرح مشترکہ دفاع کے ذریعے مرکزیت کا مشترکہ سد باب کیا گیا۔ اس قسم کے تعاون کی مثالیں ہندوستان کے سیاسی نقشے میں بہت کم ملتی ہیں۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ پانینی نے اپنی کتاب کے باب ششم 2 45 میں ان قبیلوں کی جنگوں سے متعلق ہونے کی تصدیق کی ہے۔ یہ حقائق ثابت کرتے ہیں کہ پورس کشدرکوں اور مالووں کو شکست دینے کے مقصد حاصل نہ کر سکا تاہم وہ اپنی سلطنت مشرق اور جنوب میں پنجاب تک وسیع کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ مالووں سے

جنگ، جارحیت اور توسیع پسندی کا راستہ دکھا دیا تھا۔

پورس نے نہ صرف جنوب اور مشرق کی طرف چڑھائی کی بلکہ شمال اور مغرب کی جانب بھی پیش قدمی کی۔ اس کوشش کے نتیجے میں وہ ہمسایہ بادشاہ امبھی کے قریب جا پہنچا جو اس صورتحال سے سخت رنجیدہ اور مشتعل ہو گیا۔

کیورٹیس لکھتا ہے: "امبھی نے پورس اور ابھیسار میں دونوں سے جنگ کی"

یہ بات ثابت کرتی ہے کہ جس مشترکہ قوت نے اکشدرک مالووں کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا اسے امبھی کو بھی زک پہنچانے کی کوشش کی۔ اس نازک وقت میں اپنی فوجی قوت بڑھانے کے لیے امبھی نے عام مردوں کو بھی فوجی تربیت دلوائی۔ ابھی یہ تیاریاں جاری تھیں کہ سکندر گندھارا کے قریب موجود تھا۔ امبھی نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سکندر کو اپنی دوستی کا یقین دلایا اور پورس کے خلاف کارروائی میں تعاون کی پیشکش کی۔ جب سکندر باختر میں تھا اس نے امبھی سے اتحاد کی بات چیت کے لئے اپنا سفارتکار بھیجا۔

ہمیں معلوم نہیں کہ ان کوششوں کا نتیجہ کیا برآمد ہوا۔ تاہم سکندر نے گندھارا پر چڑھائی کی اور اس کے جفاکش لوگوں کو کچل ڈالا۔ جب وہ دریائے سندھ پار کرنے والا تھا تو امبھی تحائف اور نذرانوں کے ساتھ اس کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

آرین لکھتا ہے کہ اس وقت ٹیکسلا کے بادشاہ نے چاندی کے 200 ٹیلنٹ جن کی مالیت 715 تولے سونے کے مساوی ہے سکندر کو پیش کیے۔ یہ چاندی ایسے تین ہزار سکوں جنہیں 'درک' کہا جاتا تھا پر مشتمل ہوتی۔ ایک درک کی قیمت پانچ ڈالر کے برابر لگائی جا سکتی ہے۔ اس طرح امبھی نے 45 ہزار درک جن کی مالیت 2 لاکھ 25 ہزار ڈالر بنتی ہے کا نذرانہ دیا۔ تین ہزار بیل، 10 ہزار بھیڑیں، 700 گھوڑے اور 30 ہاتھی اس کے علاوہ تھے یہاں تک کہ اس نے دارالحکومت ٹیکسلا کو اس کے لئے خالی کرنے کی پیشکش کر دی۔

امبھی نے ایک ایسے حکمران کو جس سے اس کی کوئی دشمنی یا جنگ نہیں تھی، اتنی بڑی تعداد میں دولت اور

پورس کیوں پیچھے ہٹا؟

اس کا جواب شاید یہ ہے کہ سکندر نے شمال کے پہاڑی باشندوں کی مزاحمت کا بھرپور مقابلہ کیا تھا اور کسی کو علم نہیں تھا کہ وہ مزید پیش قدمی کرے گا یا اپنے قدم روک لے گا۔ قدرتی بات ہے کہ ایسے موقع پر اس کی واپسی کا مطلب پورس اور ابھیسار کے ہاتھوں امبھی کی دوست کا خاتمہ تھا۔ جبکہ صورتحال میں سکندر اس کی طاقت کی مدد کے لئے اپنے جارحانہ عزائم کو تسکین دینے میں ہچکچاہٹ کا شکار ہوتا جو اس سے تعاون کرتی۔ سکندر کے رویے اور سخت عمل سے غم و غصہ اور دہشت کا اظہار ہوتا ہے جو پورس کے پڑوسیوں، ہم عصروں کے دل پر اس کی طاقت کی دھاک بٹھانے سے کمزور ہوئی۔ مشرقی ماخذ میں سکندر کی آمد کو آرین نے اس طرح بیان کیا ہے۔

"جب سکندر دریائے سندھ پار کر کے بہری جب پہنچا تو اس نے یونانی روایت کے مطابق قربانی دی۔ اس کے بعد پیش قدمی کر کے وہ ٹیکسلا پہنچا۔ یہ شہر بلاشبہ عروس البلاد اور تمام شہروں سے عظیم تر دریائے ہائیڈاسپس (جہلم) اور انڈس (سندھ) کے درمیان واقع تھا۔ شہر کے گورنر، باشندوں اور دیگر ہندوستانیوں نے اس کا دوستانہ استقبال کیا جس پر سکندر نے تمام مفتوحہ علاقے ان کی سلطنت کے ساتھ ملا دیے۔ جتنے کی ٹیکسلا والوں نے خواہش ظاہر کی۔ سکندر نے یہاں بھی قربانی کی رسم ادا کی۔ اس موقع پر جسمانی کرتب اور رسکس کا مظاہرہ کیا گیا۔ اس نے فلپس کے بیٹے فلپ کو اس علاقے کا گورنر مقرر کرنے کے بعد ٹیکسلا میں فوجی دستے تعینات کئے اور پھر ہائیڈاسپس (جہلم) کی طرف کوچ کیا۔"

سکندر ٹیکسلا سے حملہ آور ہوا تو امبھی بھی پانچ ہزار جوانوں کے ساتھ اس کے ساتھ آملا۔ اس سارے معاملے میں امبھی کی غلط عملی اور رویے سے پورس کی وسعت پذیر طاقت کا بالواسطہ اظہار ہوتا ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ پورس کا بڑا اتحادی ابھیسار تھا، جس کی حکومت دریائے جہلم کے پیچھے دور شمال تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے پایہ تخت میں شاید دریائے جہلم سے ہزارہ اور دیگر علاقے بلکہ کشمیر کے بعض حصے بھی شامل تھے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بلاشبہ ایک طاقتور حکمران تھا۔ اس نے مشرق کے دونوں امبھی کے خلاف مہم میں پورس کا ساتھ دیا لیکن ... پورس کی دوستی

اور اس کی بڑھتی طاقت کے بارے میں شکوک و شبہات اور اندیشے پائے جاتے تھے۔ یہ درست ہے کہ اس نے سکندر کے خلاف لڑائی میں پہاڑی باشندوں کی مدد کی اور انہیں فوجی دستے بھیجے مساگا کے سقوط کے بعد ابھیسار س نے وہاں کے باشندوں کو فوجی کمک پہنچائی لیکن اس نے سکندر کی طرف اس وقت دوستی اور امن کا ہاتھ بڑھایا جب وہ ٹیکسلا کی مہم پر تھا۔ آرین لکھتا ہے۔

"جب سکندر ٹیکسلا میں قیام پذیر تھا، پہاڑی خطے کے بادشاہ ابھیسار نے اس کی خدمت میں اپنے بھائی اور معتبر درباریوں پر مشتمل سفارتی مشن بھیجا"۔ کیورٹیس کا بیان ہے "اس دور ابھیسار س کے ایلچی پہنچے اور انہوں نے اپنے بادشاہ کے زیر قبضہ پورے علاقے سکندر کے سامنے سرنگوں کرنے کی پیشکش کی۔ عہد و پیمان کے تبادلے کے بعد انہیں واپس بھیج دیا گیا"۔

یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ مقدونوی حملہ آور کے ساتھ تصادم سے گریز کرنا چاہتا تھا۔ اس کے لئے دو پورس سے دوستی یک لخت ختم کرنے میں بھی ہچکچاہٹ کا شکار رہا۔ سکندر اور پورس کی جنگ سے پہلے آرین نے لکھا ہے۔ "ابھیسار س اپنی فوج کے ساتھ پورس کی طرف سے لڑنے کو تیار تھا"۔

یہاں پر ڈایوڈورس لکھتا ہے "ابھیسار س کی فوج پورس سے کم تر تھی"۔

"حقیقت یہ ہے کہ جب سکندر کی افواج نے دریائے جہلم کو بائیں کنارے سے عبور کیا تو پورس نے سمجھا کہ یہ اس کے اتحادی راجہ ابھیسار س کی فوج ہے جو اس کی مدد کے لیے آ پہنچی ہے کیونکہ یہ بات دونوں میں طے پا چکی تھی"۔ لیکن ابھیسار س "دو ناؤ پر سواری کرنے کے ساتھ اور دو رکابوں کے ساتھ" والی حکمت عملی پر عمل پیرا تھا۔ اس نے توقف کیا اور جنگ جہلم کے نتائج کا انتظار کرتا رہا اور پورس کی مدد کے لئے بہت تاخیر سے پہنچا۔ اس نے سکندر کے پاس اپنا بھائی اور دوسرے ایلچی بھیجے"۔

ابھیسار س نے سکندر کی خدمت میں دولت اور 40 ہاتھیوں کا تحفہ بھی پیش کیا۔ اس تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی زبردست قوت کے باوجود پورس کی طاقت سے خائف تھا یہ بات پورس کی زبردست فوجی برتری کا ثبوت ہے۔

یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سکندر کی چڑھائی کے دور میں پورس مغربی پنجاب کی بڑی قوت بن چکا تھا اور اس -

کے زیر تر تمام دوستوں کی قسمت چونکی پر [illegible] کی محتاج تھی۔ دوجا [illegible] کی گھبراہٹ، ہمیشہ [illegible] کی [illegible] پھوٹنے [illegible] بغاوت [illegible]۔ [illegible] کی مشرقی [illegible] مکان، [illegible] نے [illegible] سے [illegible] میں [illegible] کے پاس 50 [illegible] سے تھی [illegible] ایک [illegible] 30 [illegible] باقی موجود تھے۔

[illegible] نے [illegible] کے مطابق [illegible] کے پاس دولت کی بڑی مقدار کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے۔ ایک [illegible] علاقے پر حکومت کرنے [illegible] شخص بھی [illegible] بڑی فوج کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ بھی قابل [illegible] سے [illegible] ایک [illegible] میں [illegible] کی [illegible] سوچ اور نظریہ کا آغاز تھا۔

[illegible] کے صفحات میں [illegible] طرف منظر [illegible] سے میدان جنگ میں کارروائی [illegible] میں [illegible] تعجب [illegible] جنگ سے [illegible] کی طاقت کا [illegible] ضرورت سے [illegible] پیش کی

5

پورس اور دارا

5

پورس اور دارا

چوتھی صدی قبل مسیح ایران کے ہخامنشی فرمانرواؤں کے زوال کا پیغام لائی۔

338 ق م میں شاہ آرتکسیرکسیس سوم کو اور بیٹے کو ہلاک کرنے کے بعد تخت پر قبضہ کرنے کی کوششیں اور سازشیں شروع ہو گئیں۔ تاج شاہی کے کئی دعویداروں نے سر اٹھایا جو ملک میں بغاوت اور تباہی لانے کا سبب بن گئے۔ جب کوئی شاہی خاندان کا رکن باقی نہ رہا تو دارا کے ایک رشتہ دار نے عنان حکومت سنبھال لی۔ تاریخ اس شخص کو دارا III کے نام سے پیش کرتی ہے۔

بلاشبہ نیا حکمران بہادر اور قابل تھا لیکن ایران کے روایتی حریف ملک یونان میں بھی ایک مہم جو اور جانباز سوچ کا بادشاہ سامنے آ رہا تھا جس نے آہستہ آہستہ ترکی، قبرص، مصر، میسوپوٹیمیا اور مغربی ایشیا کے بڑے حصے پر قبضہ کر لیا۔ یوں دو بڑی طاقتوں کی زور آزمائی کی راہ ہموار ہو گئی اور تین جنگیں لڑی گئیں۔ پہلی لڑائی 334 قبل مسیح میں دریائے گرانیکوس، دوسری 333 میں آئی سوس اور آخری 331 ق م میں اربیلا میں لڑی گئی۔ اگرچہ تمام جنگوں میں دارا کی فوجیں تعداد میں زیادہ تھیں تاہم وہ مقدونوی جنگجوؤں کی تلواروں کا زیادہ دیر مقابلہ نہ کر سکیں۔ اس طرح دارا طویل اور پیچیدہ صورتحال کا شکار ہوتا چلا گیا۔

اربیلا میں شکست اٹھانے کے بعد دارا نے پھر ایک بار فوجیں اکٹھا کرنے کی کوشش کی۔ سکندر بابل، سوسا اور پرسی پولس پر قبضے کے بعد دارا کے خلاف پیش قدمی کر رہا تھا کہ اس کو دارا کی ہمراہ میں دسرو

فوجی تیاریوں کی اطلاعات ملیں۔

مورخ ہمیں بتاتے ہیں کہ مقدونوی فوج کے ہاتھوں شکست [illegible] کے بعد [illegible] کے متعدد جرنیل اور افسر مارے گئے یا بکھر کر رہ گئے۔ ان کے حوصلے بالکل پست ہو چکے تھے۔

اس موقع پر یہ بات بعید از قیاس ہوگی کہ دارا اپنے حریف فاتح سکندر سے تیسری شکست کے بعد پھر فتح کے خواب دیکھ رہا تھا۔ اس کی اپنی فوج بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھی۔ [illegible] طور پر اس کے پاس کسی دوسری طاقت کی مدد کا وعدہ موجود تھا، جس سے اس کے دل میں کامیابی کی امید پیدا [illegible]۔ یہاں شمالی [illegible] علاقوں میں دارا کی مدد کے لئے ہندوستانی بادشاہ [illegible] باقی [illegible] کا پتہ چلتا ہے۔ کوئی معقول وجہ نہیں اس بادشاہ کو پورس نام کی بجائے کچھ اور قرار دیا جا سکتا ہے۔

تاریخ کی یونانی کتاب [illegible] کا مصنف [illegible] اور اس کے شاہی قبیلے میں ذکر ہے کہ شاہ دارا نے پورس کو فوج کی معیت میں [illegible] سے پاس ملاقات کی دعوت دی۔ اس نے پورس کو [illegible] سے بھیجے گئے [illegible] کا مقصد اور سکندر کا پسندیدہ گھوڑا [illegible] دینے کا وعدہ کیا۔

لیکن فردوسی "شاہنامہ اسلام" میں ہمیں بتاتا ہے کہ

[illegible] میں شکست کے بعد دارا نے خود [illegible] اور ان سے [illegible] پیش ہیں۔ [illegible] کی مدد [illegible] کے قدموں میں بھیج [illegible] وہاں [illegible] شرمندہ [illegible] کی سوچ پیدا ہوگی [illegible] لینا چاہتا تھا۔ اس نے ایک مرتبہ پھر تلوار نکالنے کا فیصلہ کیا۔

[illegible] ہندوستان [illegible] بادشاہ پورس سے کامیابی [illegible] مدد کی درخواست [illegible] فتح کی صورت میں [illegible] صورت میں [illegible]

اس شاعرانہ [illegible] کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

جب دارا کا نزدیک کوئی مونس و مددگار نہیں تھا اس نے فور (پورس) کو عاجزانہ خط لکھا۔ گہری مایوسی کی حالت میں پہلے اس نے خدا کی حمد بیان کی اور کہا۔

اے سرزمین ہند کے حکمران۔
تم دانا ہو تم بے حس اور محسوس کرنے والی روح کے مالک۔
میری بدقسمتی کی داستان سنو۔
سکندر روم سے فوجوں کے ساتھ ہماری سرزمین میں گھس آیا۔
کوئی فوج کوئی آبادی، رشتہ دار اور بچے یا تاج یا تخت یا شاہی دبدبہ یا خزانے یا مال
ہمارے لئے باقی نہیں چھوڑا۔
اب اگر تم میری مدد کرو گے اور پردے رکھو گے۔ مجھ سے جا ملو تو میں ضرور دو چند
کروں گا۔
اے قیمتی جواہرات اپنے خزانے سے کہ تمہیں جن کی ضرورت نہیں پڑے گی۔
اس کے علاوہ تاریخ میں تمہارا نام باقی رہے گا اور ایک دنیا تمہاری عزت کرے گی۔

سیوڈو کالستھنیز کے حبشی ترجمے میں دارا کی پورس کو درخواست کا بیان ارنسٹ والس بج نے اس طرح کیا ہے۔

''شہنشاہ دارا کی طرف سے شاہ ہندو پورس کے لئے نیک خواہشات کا اظہار۔ اس سے پہلے میں اپنی سلطنت میں قوت اور بے مثال انداز میں حکومت کرتا تھا لیکن اب میں تم سے مدد اور تعاون کا خواستگار ہوں کیونکہ ایک طاقتور جنگجو شخص (سکندر) نے ہم پر جنگ مسلط کر دی ہے۔ اسے کوئی خوف و خطر نہیں۔ اس کا حوصلہ زبردست اور جسم تومند ہے اور میں نے اس جیسا شخص پہلے کبھی دیوتاؤں یا انسانوں میں نہیں دیکھا۔ بس یوں اس نے ہماری تنگی کا باعث بنے والی عورتیں بھی چھین لی ہیں۔ یہ بھی سنو کہ میں متعدد بار یونانیوں کے مقابلے میں لڑا لیکن میں انہیں شکست دینے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ وہ مجھ پر غالب

[illegible] میں [illegible] سے کوئی بھی یہاں نہیں جو
اس سے [illegible] اس طرح اس سے میری [illegible] میری
[illegible] شاید میں
[illegible]
[illegible] مجھے [illegible] ہے جو
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] گئے۔

[illegible] سے پتہ چلتا ہے [illegible]
[illegible]
حقیقت [illegible] تھا۔

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] 500 [illegible]
[illegible] 150 [illegible]
[illegible]

تنگی یاں نے 37 ہاتھیوں کے ساتھ چیں سے اپنی فوج کو پورس کے سنگ دروہ بندا دو کی گھاٹیوں اور برف پوش راستوں سے گزر گیا۔ جب بیرونی نے دیکھا اس نے جنوبی قبیلے کی ہاتھیوں کے ساتھ پیش قدمی کی یہ بھی درست ہے کہ ان علاقوں میں ہاتھیوں کی جنگ کافی عرصے سے جاری تھی اور ان کی مدد سے کئی تاریخی جنگوں نے فیصلہ کن موڑ لیا۔

جیسے ہی پورس نے ہاتھیوں نے دارا کی مدد کے لئے پیش قدمی کی سکندر نے ان انتظامات کو محسوس کر لیا اور عظیم قوت کے ساتھ تیزی سے دشمن کی جانب لپکا۔ فردوسی لکھتا ہے۔

"سکندر نے جب یہ سنا کہ دارا الکتاب
نے مکمل جنگ بپا کیا ہے
اور ہمراہ آئی ہے۔ زمیوں، ہندوستانی گھنٹیوں کی آواز تیز
آواز
سکندر اسکندر سے ان طاقتوں کی طرف روانہ ہوا۔
ان شاید کسی جست میں کھو گیا تھا۔

دارا نے اپنی فوجی پہلوؤں کو تیزی سے جمع کرنا شروع کر دیا اور سکندر کے حملے کے سامنے کھڑے ہونے کی کوشش کی لیکن یہاں فوج مقدونی حملہ آوروں کی طوفانی چڑھائی کا مقابلہ نہ کر سکی۔ دارا کے کئی سرداروں کا ساتھ چھوڑ کر حریف فوج سے جا ملے۔ فردوسی نے اس منظر کو اپنی شاعری میں اس طرح بیان کیا ہے۔

"جب دارا نے اپنی فوج کے ساتھ پیش قدمی کی، اس کے حوصلے پست تھے۔
غمزدگی اور جنگ کے خوف سے
دارا کی فوج بکھری ہوئی تھی
مد مقابل رومن ہاتھیوں میں ہاتھ ڈالے ہوئے ہے

ایرانی لہو اور دوستی بیچتے

اور تمام سرداروں نے سر اٹھانے کے بجائے سر جھکانے کا مشورہ دیا"

صرف 300 گھڑسوار اپنے بادشاہ کے ساتھ میدان میں اترے لیکن دارا خود پژمردگی کا شکار تھا۔ ایرانی سرداروں نے اس کو قتل کر کے سکندر کی اطاعت قبول کر لی۔

اسی اثناء میں پورس کے ہاتھیوں کا دستہ وہاں آ پہنچا لیکن بہت دیر ہو چکی تھی اور مدد کی درخواست کرنے والا بادشاہ خود اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔ اس موقع پر فردوسی شاہنامہ میں پورس کے ردعمل کو یوں بیان کرتا ہے۔

"جب دارا نے مدد مانگی
میں نے اس کی دلجوئی کی اور اس کی مایوسی کو محسوس کیا
اسے حوصلہ افزائی کا پیغام بھیجا
جب اس کو غلاموں نے قتل کر دیا ایرانیوں کی بدقسمتی پر مہر ثبت ہو گئی۔
اور جب دارا کا سر تن سے جدا کر دیا گیا۔
مسلسل میری طبیعت زیر بار ہو گئی"

یہ بالکل واضح ہے کہ فردوسی ان ہیرو کے بارے (Anecdotes) کا ناواقف نہیں تھا۔ جس کا ذکر اس نے شاہنامے میں کیا ہے۔

اس کی معلومات کا زیادہ انحصار ایرانی دہقانوں کی روایتوں پر ہے جو متوسط طبقے کے نمائندے اور ایران کی قومی تہذیب کے محافظ بن کر ابھرے۔ تاریخی مصنف موسس نے آغاز 5 ویں صدی عیسوی میں ان روایتوں کا ذکر کیا ہے۔ نوشیروان عادل کے دور میں ان کو اکٹھا کرنے کی مہم شروع کی گئی۔

یزدگرد کی حکومت کے دوران دہقان دانشور اور اس کے ساتھیوں نے ان پر نظرثانی کی اس کی عرق ریزی کے نتیجے میں پہلوی کا "خدائے نامہ" تخلیق ہوا جس کا بعد ازاں ابن المقفع نے عربی میں ترجمہ کیا۔ دقیقی نے بھی اس سے استفادہ کیا۔ تاہم آخر میں فردوسی نے شاہنامہ لکھ کر اسے دوام کر دیا۔

یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فردوسی کی معلومات غلط نہیں ہیں بلکہ ان کے پیچھے پہلوی کی روایتوں کی تفصیل ہے۔ جس سے معلومات کی وقعت بڑھ جاتی ہے۔ فردوسی ہمیں جو تفصیلات بتاتا ہے وہ دیگر ذرائع سے ملنے والی معلومات سے زیادہ قابل اعتبار ہیں۔

فردوسی نے بالکل ٹھیک بتایا ہے کہ دارا اور سکندر کے درمیان معرکہ آرائی دریائے فرات کے مغربی کنارے پر ہوئی۔ اس نے یہ بھی درست کہا ہے کہ جنگ کا پانسہ پلٹتے دیکھ کر دارا میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔ بادشاہ کے بھاگنے سے ایرانی فوج کے حوصلے اس طرح پست ہوئے کہ اس نے خود سکندر کے سامنے ہتھیار ڈالنا شروع کر دیے۔ سکندر نے مفتوحہ علاقے کے ساتھ شائستہ اور اچھا سلوک کیا۔ فردوسی اس شاہی روایت کو مسترد کرتا ہے کہ سکندر اور دارا کے درمیان صرف ایک جنگ ہوئی۔

اس نے عربی مؤرخ ہشام بن محمد کا یہ دعویٰ بھی قبول نہیں کیا کہ دونوں میں لڑائی ایک سال تک جاری رہی۔ اس نے عرب تاریخ دانوں کا یہ جھوٹ مسترد کیا ہے کہ دارا کو سکندر کی سازش کے تحت قتل کیا گیا بلکہ اس نے لکھا ہے کہ اس کے ایک وزیر نے اسے ہلاک کر دیا۔ یہ تمام چیزیں ظاہر کرتی ہیں کہ دارا کے آخری ایام سے متعلق فردوسی کی روایتیں زیادہ معتبر اور شاہی اور عربی تفصیل سے بہتر ہیں۔ اس نے دارا کی پورس کو اپنی مدد کیلئے درخواست کا جو بیان کیا ہے اسے یکسر مشکوک قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہ بیان شاہی روایتوں کے ساتھ مماثل ہے۔

یہ بات بھی نامناسب ہو گی کہ ہم پہلوی کے تحت بابے فطرہ کو محض اس لئے مسترد کر دیں کہ یونانی مؤرخ اس بارے میں خاموش ہیں اگرچہ تاریخ کے اس مبہم حصے کے بارے میں دلائل کو متعلق ہونے سے کمزور قرار دیا جا سکتا ہے۔ لیکن دیگر ذرائع سے جو تفصیل اور پس منظر ہیں ان سے صورتحال بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ یہ بھی ٹھیک ہے کہ پورس کی فوج کو ایرانی فوج کی جانب سے یونانیوں کے خلاف لڑنے سکندر کو

منتقل کرنے کا باعث بنا۔ مسعودی کا مسعود کے عربی ترجمے میں مؤرخ "بیہقی" لکھتا ہے۔

"اور سکندر نے سنا کہ شاہ ہندوستان پورس، ایرانی شہنشاہ دارا کی مدد کے لئے آ پہنچا ہے۔ دوسری طرف پورس ایران فرمانروا کی طرف سے لڑنے کے لئے پہنچا تو معلوم ہوا کہ دارا کو قتل کیا جا چکا ہے۔ وہ فوج سمیت واپس لوٹ گیا۔ سکندر نے دیوتاؤں سے پورس کے خلاف لڑائی کا عہد کیا اور فوجوں کو ہندوستان کی طرف پیش قدمی کے لئے تیار ہونے کا حکم دیا۔"

یہ بھی جدید روایات نہیں کہ سکندر کو شدید صدمہ پہنچ کر ایشیائیوں کی طرح کا ایک طاقتور بادشاہ پورس کی شکل میں اب بھی موجود ہے جو ہمارے معاملات میں مداخلت کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے افغانستان کے رستے پنجاب کی طرف چڑھائی کا مصمم ارادہ کر لیا۔

6

پورس اور مہابھارت

6

پورس اور مہابھارت

ہم نے دیکھا کہ پورس اپنے دور کا اتنا طاقتور حکمران تھا کہ اس کی شہرت ایران سمیت کئی دوسرے ملکوں تک پھیل چکی تھی۔ خود ہندوستان میں بھی اسکے نام کا ڈنکا بجتا تھا اور تاریخی داستان 'مہابھارت' کی بعض روایتیں اس کا ٹھوس ثبوت ہیں۔

اس مجموعے میں مختلف صوبوں، ادوار اور واقعات کا ذکر ہے۔ جس کا تانا بانا پوروں اور کوروں کی لڑائی کے مرکزی خیال کے گرد گھومتا ہے۔

پوروں کے کئی بادشاہوں اور سورماؤں کی داستانوں کے علاوہ اس مجموعے میں سبھا پرواں کا ذکر ملتا ہے جسے شمال مغرب کی مہم جوئی میں راجہ ارجن نے لڑائی کے بعد شکست دی۔ لفظ پاؤروا سے ملتا جلتا یونانی زبان کا لفظ ۔ پاؤرس بھی پاروگری یونیورسٹی لائبریری میں موجود قدیم مجموعے میں بھی ملتا ہے۔

اس طرح بھیشما پروان (باب ششم، 27,111) میں ہے کہ جنگ کے دسویں روز بھیشما پر حملے کے موقع پر دھرشتا کیتو، پاؤروا سے اتحاد کرتا ہے۔ مسودے میں اس لفظ کا ہم معنی پاؤرس ملتا ہے۔ دی

طور پر ان دونوں مقامات پر جس بادشاہ کو پاؤرس کہا گیا ہے وہ دراصل پورس ہے۔ بوہلر نے خیال ظاہر کیا ہے کہ پورس نام کی اصل شکل پاؤرس ہے۔ اس بات کے زیادہ امکانات ہیں کہ مسودے میں جسے پاؤرس کہا گیا ہے۔ وہ پورس ہو اور پاؤروا اس کے قبیلے یا خاندان کا نام ہو۔ یونانی حوالوں میں بھی ان دونوں ناموں کا ذکر ملتا ہے۔

مالابار پوسول مشن لائبریری کے ایک مسودے کے باب دوم 24 15 میں پورو کا ذکر ہے جسے پاؤرس اور پوراوس کا ہم معنی قرار دیا گیا ہے۔ دونوں ایک ہی نام لگتے ہیں۔ پاؤرس در پوراوس لکھنا اس بات کا شاہد ہے کہ مسودوں کے مدیر نے پورس نام کی وضاحت کی کوشش کی ہے اور اسے پوروں سے الگ ظاہر کیا ہے۔ یہ بادشاہ کوروؤں کی طرف سے لڑائی میں حصہ لیتا رہا ہے اور اسے بظاہر یہاں دشمن پر بھاری ظاہر کیا گیا۔

علاوہ ازیں اس نے مال غنیمت کا بڑا حصہ بھی تقسیم کیا۔ بلاشبہ اس کی بہادری اور جوانمردی کو سراہا گیا ہے۔ مہابھارت کے باب ششم 26.17 میں پورس کو شاہ کالنگس اور کیکیہ سے مل کر کوروؤں کی طرف سے جنگ کرتے دکھایا گیا ہے۔ اس سے توقع کی گئی تھی کہ وہ آگ کے گولے دھونے والے ہتھیاروں کی مدد سے پانڈوؤں کے حربی منصوبوں کو تباہ کر دے گا۔ یہاں تک کہ دیوتاؤں اور دانوں اور گندھاروں کو بھی اپنی آتشی ہتھیاروں سے تہس نہس کر دے گا (باب ہفتم 167، 19-20) پہلے باب میں ہمیں بادشاہ دھرستا کیتو پر اس کے حملے کی تفصیل یوں ملتی ہے۔

"پوروں کے بادشاہ نے بڑی کمان اور عظیم الشان رتھ پر سوار دھرستا کیتو پر جنگ کے دوران تیروں سے حملہ کیا اسی طرح دھرستا کیتو نے مخالف فوج پر تیس برق رفتار تیر پھینکے لیکن شاہ پاؤروا نے اس کی کمان توڑ کر اسے دس تیروں سے زخمی کر دیا۔ پہلوان بادشاہ دوسرے کرا رہا تھا۔ دھرستا کیتو نے ایک اور کمان سنبھالی اور پاؤروا پر پے در پے ستر تیروں کی بوچھاڑ کی۔ شاہ پاؤروا غضبناک ہو گیا۔ اس نے

''سو فتو'' کہتے ہوئے دھرت کیتو پر اپنی شمشیر کا وار کیا۔ دریدھ کیف نے بھی اپنی تلوار کی تیز دھار پر حصہ دار کا جب ہم سر کا مارا اپنی جھنگی پر پاؤردو کو شکر کے میدان جنگ سے باہر چلا گیا۔

باب دہم پر دو س میں مذکور ہے کہ ابھیمان اور بادشاہ پاؤردا کے درمیان دست بدست لڑائی بھی ہوئی پاؤردا نے ڈرامائی انداز میں ابھیمان کی جھنگی میں چھلانگ لگائی اور اس کو بالوں سے جکڑ لیا۔ اس دوران سے دیکھو نے آ کر اسے بچایا۔ ایک اور موقع پر (باب ہفتم 6.37) میں پاؤردا نے دریتا کے ساتھ مل کر ابھیمان پر برق رفتار تیروں سے حملہ کیا۔ اس نے ابھیمان کی حفاظت کے لئے قائم ایک اہم چکر پر بھی قبضہ کر لیا۔ حتیٰ کہ بے یو جشتر کو رپورٹ میں اپنے لوگوں کو پاردوں کا اہم نسل خطہ اور اس کے دو سو کے لوگ سادہ ایک قرار دیا ہے۔

رجن کے بارے میں ہے کہ اس نے اسے قتل کر دیا''۔ جو یہ کہ آپ سمجھ پاوان (باب دوم 13-15.24) میں ہم رجن کی شمال مغرب کو پیش قدمی کے موقع پر پاؤردا یا پاردسا کا ذکر سنتے ہیں۔ وہاں اس کا نام سوکھوا ملتا ہے جس سے ملتے جلتے الفاظ شوالکوا سوپا کھوا اور دسا کا شو ہیں۔ ان سب کا اختتام اشوا یا سپا پر ہوتا ہے جو مابعد آخمنی دور میں پنجاب پر چھائی ایرانی تہذیب کی علامت ہے۔

جس بادشاہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس کے بارے میں مزید لکھا ہے کہ اس کی فوج میں پہاڑی جنگجو بھی شامل تھے جنہیں ارجن نے شکست دی تھی۔ مہابھارت کے جنوب سے ملنے والے نسخے میں اس فقرے کا اضافہ پایا جاتا ہے کہ پاؤردا یا پاردسا نے خود کو پاردوتیا کہا تھا جسے ارجن نے شکست دی۔

باب دہم 61.28 میں بھی پاؤردا کو پاردوتیا ہی کہا گیا ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ پاؤردا پاردتیا کا ہم معنی ہے۔ مدر کسسا پار جشتا پر دس دا سماتھ پکا گئی اور عکس بدھ عہد ناموں میں ہمیں شمال کے ایک

جو قوم، شاہ پورس تک کا حال بتاتے ہیں، نے مگدھ کی فتح کے لئے چندر گپت کا ساتھ دیا تھا اور جسے معروف مستشرق ایف ڈبلیو تھامس اور کوڈرنگٹن نے پورس قرار دیا ہے۔

اس بحث سے یہ نتیجہ آسانی سے اخذ کیا جاسکتا ہے کہ یہ بادشاہ پورس ہی تھا۔ بلاشبہ "پورو" ایک قدیم زمانے سے اس سرزمین پر آباد تھے اور انہوں نے شمالی ہندوستان کی ابتدائی تاریخ میں اہم کردار ادا کیا۔

7

پورس اور سکندر

7

پورس اور سکندر

سن 327 قبل مسیح میں سکندر نے ہندوستان کی طرف پیش قدمی کا آغاز کیا۔ اس سے پہلے ہی وہ بڑی مملکت پر اپنا قبضہ مستحکم کر کے اپنا عقب محفوظ کر لیا تھا۔ پہاڑی سرحدی ریاستوں کے حکمران جیسے کہ کافس (ششی گپت) نے اسے اپنے برعکس خلاف پایا [illegible] یہ لوگ سکندر کی فوجوں کی صفوں میں گھس کر لوٹ مار کرنے کے عادی تھے۔ دوسری طرف ٹیکسلا کے راجہ امبھی جیسے شمال مغرب کے بادشاہوں نے پورس اور ابھیسار کی ملکہ [illegible] کے خوف سے سکندر سے اتحاد مضبوط کرنے کا فیصلہ کیا۔ امبھی نے سکندر کی خدمت میں ہر پوری مدد کے وعدے کے ساتھ سفارت بھیجی۔ ایرانی سلطنت کو فتح کرنے کے بعد فاتح سکندر نے ہندوستان و بھی [illegible] اسے بھی طرح یاد تھا کہ ہندوستان کا راجہ پورس اس کا حریف [illegible] بلکہ امبھی کا ایک دستہ بھی بھیجا تھا [illegible] کہ وہ اپنی عظیم الشان حکومت کے ہمسائے میں کسی [illegible] بادشاہ کا وجود برداشت کرنے کو تیار نہیں تھا۔ [illegible] پہلے پنجاب پر چڑھائی کی منصوبہ بندی مکمل کر لی تھی۔ اس پیش قدمی کے پیچھے اس کے دل میں پوری دنیا فتح کرنے کا جنون سے پیدا ہونے والا جذبہ بھی ہو سکتا ہے [illegible] اور بعض بادشاہوں کی دعوت جیسے عوامل نے بلا خوف ہندوستان کی مہم میں دشواریاں جیسے پیدا [illegible]

ہندوکش کا پہاڑی سلسلہ عبور کرنے کے بعد جب وہ نکایا شہر (موجودہ جلال آباد) پہنچا تو اس نے اپنی

فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک کا کمانڈر ہیفاسٹن جبکہ دوسرے حصے کا جرنیل پردیکاس کو مقرر کیا اول الذکر کو وادی کابل سے ہوتے ہوئے گندھارا کی طرف بڑھنے کا حکم دیا گیا جبکہ مؤخر الذکر حصے کو بادشاہ کے پیچھے پہاڑی علاقوں میں پیش قدمی کرنا تھی سکندر اس حصے کے ذریعے آزاد قبائل کو قابو کر کے اپنی پشت کو محفوظ بنانا چاہتا تھا۔

وادی کنڑ پہنچ کر پہاڑی قبیلوں کا صفایا کیا گیا۔ لوگ غیر ملکی حملوں اور قبضے کے خلاف ہمیشہ مزاحمت کرتے تھے۔ ان قبیلوں میں اسپسیان کی آکشن، ماشاکوٹی، اشواین اور اشواکین شاخیں شامل ہیں ان قبائل کے بعض ارکان کی قبریں وادی سوات کے علاقوں بٹ کاریز میں دو، کٹیلائی میں ایک اور لوئبانڑ میں ایک قبر دریافت ہوئی ہے۔

سکندر نے ان قبائل کی مزاحمت کو بری طرح کچلتے ہوئے ان کے مضبوط گڑھ مساگا، باجوڑ اور آورنس کو روند ڈالا یونانی نو آبادی نیسا نے اطاعت قبول کرلی اس لیے مختصر عرصہ اس مقام پر مقدونوی فوج نے پڑاؤ ڈال کر جشن منایا اس دوران آفریدی قبیلے کے ایک سردار افریکس نے 20 ہزار جنگجوؤں اور 15 ہاتھیوں کے ساتھ سکندر سے ٹکرانے کا عزم کیا لیکن بدقسمتی سے اپنی فوج سازش کا شکار ہوگئی اور اس سردار کا سر قلم کر کے سکندر کے قدموں میں ڈال دیا۔

دریا پار کر کے سکندر نے سرزمین ہندوستان پر قدم رکھ دیا اور دریائے سندھ کے کنارے پہنچ گیا دریں اثناء ہیفاسٹن اور پردیکاس کی قیادت میں فوجی گروہوں نے گندھارا کی جانب پیش قدمی بدستور جاری رکھی علاقے کے کوفائیوں (کوفیش) اساکیس (سواجیت) یہاں تک کہ پیوکلاتس (پشکلاوتی) قبائل نے اطاعت کرلی مگر پیوکلاتس کے سردار استس (ہستی) نے کچھ عرصے بعد بغاوت کی تاہم اسے فرار کر دیا گیا ایک ماہ میں ہیفاسٹن نے استس کے قلعے پر قبضہ کر کے اسے جان بچا کر بھاگنے پر مجبور کر دیا یہاں پر سکندر باقی ماندہ فوج کے ساتھ آ کر مل گیا اور متحدہ فوج ٹیکسلا پہنچی جہاں راجہ امبھی نے اس کی ایک مہینے تک میزبانی کی۔

ٹیکسلا میں قیام کے دوران سکندر نے پورس کو اطاعت کا اظہار کرنے اور اس کے پاس حاضری دینے کے

نے بھی بھیجا اس موقع کو یونانی مورخ کیورٹس یوں بیان کرتا ہے: سکندر نے یہ سوچ کر کہ دیگر بادشاہوں کی طرح پورس بھی اس کا نام سن کر رعب میں آ جائے گا اس کے پاس پیغامبر کلیو کیرس بھیجا اور پیغام دیا کہ پورس اطاعت قبول کر کے اپنی سلطنت کی سرحدوں پر آ کر مجھ سے ملاقات کرے۔ پورس نے جواب دیا "میں ضرور ملاقات کروں گا لیکن یہ ملاقات میدان جنگ میں ہتھیاروں کے سائے میں ہوگی اور تم میری سرحدوں میں ہتھیار بند ہو کر آنا۔"

فردوسی نے تفصیل سے دونوں بادشاہوں میں خط و کتابت کو شاہنامہ میں بیان کیا ہے مختصر یہ کہ دونوں لشکروں نے فوجی طاقت کے مظاہرے کے لئے دریائے جہلم کے کناروں کا انتخاب کیا۔

سکندری فوج کی جہلم کی جانب روانگی کے عین موقع پر آزادی پسند قبیلے کو بغاوت پر اکسانے والا ہاتھی سوار بارسٹس (برہمت ؟) پکڑ کر اس کے پاس لایا گیا اس واقعے میں ایک اور ہندوستانی ریاست کے بادشاہ سماکسس کو گرفتار کیا گیا اس دوران تیس ہاتھی بھی یونانی پڑاؤ میں شامل کر دیے گئے قبل ازیں راجہ امبھی نے ٹیکسلا سے چھپن ہاتھیوں کو تحفے کے طور پر پیش کیا تھا اس طرح اب بہت سی تعداد میں جنگی ہاتھی بھی لڑائی کے لئے تیار تھے۔

دونوں بادشاہوں میں جنگ کے بیان سے پہلے دونوں فوجوں کی جنگی صلاحیت اور سماجی روایت کی تفصیل بتانا غیر ضروری نہیں ہوگا۔

سکندر کے باپ فلپ نے وسیع میدانوں پر قوی فوج کو مرکزیت دی تھی۔ سواروں کے علاوہ منجنیق چلانے کے ماہر بھی بھرتی کئے گئے اس طرح جنگ کے دوران تیزی سے حرکت کرنے والے سپاہی مختلف طریقوں سے حملے کے ماہر تھے سکندر کے پاس مکمل اور فعال کردار کی حامل فوج تھی جسے ان حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(1) خواص (اعلیٰ)

یہ دستہ اعلیٰ سرداروں سے چنے مشہور افراد پر مشتمل تھا یہ گھڑسوار آہنی زرہ پہنے ہوتے تھے اس دستے کا ایک حصہ پیدل فوج پر بھی مشتمل ہوتا تھا لڑائی کے شروع میں اس کی تعداد چند

سو ہوتی تھی تاہم میں جنگ کے میدان میں ان کی تعداد دو پانچ ہزار ہو جاتی یہ مقدونوی فوج کا سب
سے اہم حصہ تصور کیا جاتا تھا۔

(2) ہوپلاں (ہوپلائیٹس)

اس فوج میں شامل جنگجو سر سے پاؤں تک بھاری زرہ اور ہتھیاروں سے لیس ہوتے تھے جن میں تلوار، نیزہ اور کلہاڑا شامل ہیں۔ بھاری توپخانے (منجنیق) کے ساتھ یہ دستہ بڑی لڑائیوں میں استعمال کیا جاتا تھا۔

(3) زرہ بند (ہپاسپس)

ہلکی زرہ اسپس کی وجہ سے انہیں ہپاسپس کہا جاتا ہے۔ یہ ہوپلاں کی طرح بھاری ہتھیاروں سے لیس نہیں ہوتے تھے اور نسبتاً تیزی سے پیش قدمی کرتے تھے۔ ان کے نیزے چھوٹے، تلواریں ہلکی مگر لمبی اور زرہ کم وزن ہوتی تھی۔ عام حالات میں ان کی تعداد تین ہزار ہوتی مگر جنگ کی شدت بڑھنے پر یہ تعداد دوگنی ہو جاتی۔ اکثر یہ دستہ میں شامل پیدل فوج کی مدد کا کام کرتے تھے۔

(4) فالنکس

یہ فوج کی دفاعی زرہ جس میں ہیلمٹ، چھاتی کی پلیٹ اور ٹانگوں کے بچاؤ کا بندوبست ہوتا پہنے ہوتے تھے جو گھٹنے سے پاؤں کے درمیان ٹانگ پر زرہ ہوتی تھی۔ ان کے پاس چار فٹ کی تلوار، گول ڈھال اور لمبے نیزے (سریسہ) ہوتے۔ سریسہ 24 فٹ لمبا نیزہ تھا جس کے دستے کی لمبائی چودہ فٹ تھی تاکہ سپاہی اسے دونوں ہاتھوں سے برقرار رکھ سکے۔ پہلے اس کا پھل 18 فٹ تھا لیکن سکندر کے باپ فلپ نے اسے کم کر کے 16 فٹ کر دیا۔ جب اگلی صف کا ایک سپاہی مارا جاتا تو دوسرا فوری طور پر آگے آ کر جگہ پُر کر دیتا تاکہ صف کا قاعدہ خراب نہ ہو۔ جب یہ دستہ پیش قدمی کرتا تو محسوس ہوتا کہ ہتھیاروں سے لدا ہوا لوہے کا ایک جنگل حرکت کر رہا ہے۔ سکندر کی فوج میں فالنکس کے سات دستے تھے جن کی تعداد کل

تری (ڈی وائٹ)، ایشی گوتھ، میڈیز، پرشین، کارچین، پوتی پارتھیان اور کلاس کرتے تھے۔ مورخ تارن کا اندازہ ہے کہ سکندر کے توپخانے میں 15 ہزار سپاہی شامل تھے۔

(5) شہسوار

توپخانے کے علاوہ سکندر کی فوج میں 5300 شہسوار شامل تھے۔ دو رجمنٹ پر مشتمل اس حصے کا جرنیل کوئنس تھا۔ رجمنٹ کے ساتھ قباری اور تھیسلین کیولری پر مشتمل دستہ گریسوس بھی شریک ہوتا تھا۔ ایشیا میں سیتھی تیر اندازوں کو بھی رجمنٹ میں شامل کیا گیا تھا۔ جن کے پاس بھاری کمان خطرناک ترین ہتھیار کے طور پر کام کرتی تھی۔ ان کا نشانہ ٹھیک ہدف پر لگتا اور تیر فوری ڈھال تک کو چیر ڈالتا۔ انہیں دشمن فوج کو فاصلے سے خوف و ہراس میں مبتلا کرنے پر ملکہ حاصل تھا۔ تارن کا خیال ہے کہ سکندر کی فوج میں 14 ہزار 500 تیر انداز شامل تھے۔

(6) ہاتھی

فوج میں 66 ہاتھی بھی شامل تھے جو ٹیکسلا کے شاہ امبھی نے سکندر کو دیے تاہم مورخ ان ہاتھیوں کے جنگ جہلم میں کسی قابل ذکر کردار کی نشاندہی نہیں کرتے۔

(7) منجنیق

دشمن فوج پر 300 گز سے پتھر پھینکنے کے لئے استعمال کی جانے والی منجنیقوں کو یونانی بلاسٹس اور کاٹاپلٹس کہتے تھے۔

سکندر کی فوج میں اس کے دوست ٹیکسلا کے بادشاہ امبھی کے 5 ہزار مسلح جنگجو بھی شامل تھے۔ پوری فوج بھرپور منظم اور تربیت یافتہ تھی۔ ان کی اپنے سپہ سالار سے وفاداری کسی شک و شبہ سے بالاتر تھی

دوسری جانب پورس کی فوج میں زیادہ تعداد مغربی پنجاب کے باشندوں کی تھی۔ یونانی دانشور لکھتے ہیں کہ

"اس خطے کے افراد ایشیا کے طویل القامت لوگوں میں سے تھے۔ ان کا قد پانچ ہاتھ (تقریباً چھ فٹ) تھا ان کی رنگت حبشیوں کو چھوڑ کر سیاہ ترین تھی ان کی داڑھیاں پر رعب اور وجاہت آمیز تھیں یہ لوگ نفیس کپڑا پہنتے جو پاؤں تک لمبا ہوتا تھا۔ سر پر سوت یا ململ کی پگڑی پہننا ان کا امتیازی وصف تھا۔ بالوں کو اچھی طرح کنگھی کر کے رکھتے تاہم کٹوانے کی رسم کم ہی کی جاتی تھی۔ مونچھیں بڑی بڑی اور داڑھی رکھتے تھے۔ چہرے کا باقی حصہ صفاچٹ ہوتا۔ کانوں میں قیمتی پتھروں والا زیور پہنتے تھے۔ مرد طلائی کنگن اور ہار بھی پہنتے تھے۔ مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ عیش پسند لوگ نہیں تھے لیکن اپنے معیار زندگی سے انہیں ایشیا کے باقی لوگوں سے ممتاز بنا رکھا تھا۔"

پورس ایک زمانے سے ہندوستان میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کے نتیجے میں ایک عظیم فوج تیار کرنے میں کامیاب ہو سکا۔ ویدوں میں ہمیں تو پیادے (پتی) رتھیوں (رتھوں) کا ذکر ملتا ہے دیگر عہد نامے بتاتے ہیں کہ اس دور میں فوج تو پیادے، رتھوں، شہسواروں اور ہاتھیوں پر مشتمل چار حصوں میں تقسیم ہوتی تھی جبکہ وید ہمیں آٹھ حصوں پر مشتمل ہوتی جن میں تو پیادے، کشتیاں، گھوڑے، ہاتھی، بحری جہاز، جاسوس اور مقامی لوگوں کے رہبر (گائیڈ) شامل ہیں۔

کوٹلیہ ہمیں بتاتا ہے کہ بادشاہوں نے خشک موسم اور گیلی زمین کے لئے دونوں کے لئے قلعے بھی تیار کر رکھے تھے علاوہ ازیں زخمیوں کے علاج معالجے کے لئے پیشہ ور ڈاکٹرز اور میدان جنگ سے محفوظ مقام پر شفاخانے کے لئے خیموں (رہائشی خیموں) کا بندوبست بھی ہوتا تھا۔ نرسیں زخمیوں کی دیکھ بھال کے لئے موجود ہوتیں۔ علاوہ ازیں مذہبی پروہت اور ماہرین علم نجوم سپاہیوں کو بشارتیں سنا کر ان کے حوصلے بلند کرتے رہتے۔

فوج میں بھرتی مختلف معیارات پر کی جاتی تھی۔ بادشاہ کے رشتہ داروں اور وفاداروں کا دستہ "مورا" کہلاتا، تنخواہ پر منتخب دستوں کو "بھرتا" جنگجو قبائل کے رکن "شرینی"، اتحادی ملکوں کے دستوں کو "مرجانا" اس طرح دشمن ملک کے اندر سے بھرتی ہونے والے "امرت بالا" کہلاتے تھے۔ ذات کی بنیاد پر بھرتی میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جاتا تھا۔

کوٹلیہ بتاتا ہے کہ فوج میں برہمن، کشتری، ویش اور شودر چاروں طبقے خدمات سرانجام دیتے رہے تھے۔

ہم پہلے ہی اس بات کا ذکر کر چکے ہیں کہ پنجاب میں تمام ذاتوں نے اپنی جنگجو شناخت قائم رکھی تھیں۔ کوئی بھی بادشاہ و قوم دوسرے گروں کی خدمات اور وفاداریاں خرید سکتا تھا۔ بلاشبہ کشتری ذات کے جنگجو عسکری منظر کے حوالے سے سب سے موزوں تصور کیا جاتا تھا۔

پورس کی فوج میں یہ حصے شامل تھے۔

(1) توپخانہ

تحقیق کو دیگر ہتھیاروں پر برتری حاصل تھی کیونکہ یہ ہتھیار ہر قسم کے حالات اور موسم میں کارگر ثابت ہوتا تھا توپخانے کے سپاہی کے پاس بانس سے بنی ہاتھ جتنی ایک زبردست کمان ہوتی اور اس میں تیر ڈال کر وہ پوری قوت سے تیر کو مخالف فوج کی طرف پھینکتا۔ اس عمل میں کمان کو زمین پر رکھ کر چلایا جاتا۔ ہڈی یا لوہے سے بنے تیر 3 گز تک لمبے ہوتے تھے۔ تیروں کی چوٹ اس قدر شدید ہوتی کہ ڈھال، چھاتی پر لگی آہنی پٹیاں اور دیگر حفاظتی کپڑے پھٹ جاتے۔ پیادہ فوجیوں کے پاس کلہاڑا، گدا، خنجر اور چھری جیسے ہتھیار بھی ہوتے تھے۔ جسم پر آہنی زرہ بکتر ان پر حملہ روکنے کا کام دیتی۔ تمام سپاہیوں کے پاس تین گز تک لمبی اور تیز دھار والی تلوار ہوتی۔ دست بدست لڑائی میں اسے دونوں ہاتھوں سے تھام کر استعمال کیا جاتا تھا۔ تلواریں تین قسم کی ہوتی تھیں، تیر اور تلوار کی شکل جیسی ہوتی تھیں۔ کوٹلیہ نے زرہوں کی بھی تین قسمیں بتائی ہیں۔ لوہ جالا (آہنی زنجیروں والی زرہ) لوہ پٹا (لوہے کی پٹیوں والی زرہ) اور گینڈے، مگرمچھ، ہاتھی کی دبیز کھالوں سے تیار کی گئی زرہ۔ سر کی حفاظت کے لیے ہیلمٹ (خود) بھی پہنے جاتے تھے۔

(2) بگھیاں

بگھیوں پر مشتمل دستہ فوج کا نہایت اہم جزو تھا۔ بگھیوں کو دشمن کے حملوں سے بچاؤ کے لئے ڈھال کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں جنگ کے دوران پوزیشن اور حکمت عملی

میں تبدیلی بھی انہی کے ذریعے ہوتی۔ دشمن کی صفوں کو منتشر کرنے کے لئے رتھوں کو دشمن کی قطاروں میں گھسیڑ دیا جاتا تھا۔ ہر رتھ کو چار گھوڑے کھینچتے تھے۔ ساڑھے سات فٹ اونچی اور 9 فٹ چوڑی رتھ پر دو یا چار سپاہی سوار ہوتے تھے۔ ڈرائیور نہ صرف رتھ کا کنٹرول چلاتے بلکہ دست بدست لڑائی میں بھی گھوڑ کر دشمن پر حملہ آور ہو جاتے۔ میدانی علاقوں میں رتھ کے استعمال میں کوئی اضافہ ہو جاتا تھا۔

(3) گھڑ سوار

فوج کے میدے کے سے شہسواروں کی قطاریں بنائی جاتی تھیں۔ یہ گھڑ سوار صرف لڑائی کی صورت تبدیل کرتے بلکہ فوج کے جنگی حصوں کی حفاظت کرتے تھے۔ سندھ، وادی کابل اور بلوچستان کے علاقوں سے گھوڑوں کی بھاری قیمت ادا کی جاتی تھی۔ آرین کی تحقیق ہے کہ ہندوستانی گھڑ سوار گھوڑے کی پشت پر زین نہیں رکھتا تھا۔ علاوہ ازیں انھیں لگام ڈالنے کے بجائے بیل کی طرح ان کے منہ پر "چھوپا" چڑھا کر سر کی سمت درست رکھی جاتی تھی۔ گھوڑے کے منہ کے اندر لوہے کا ٹکڑا ان کر [illegible] دی جاتی تھی لیکن میگا ستھنیز نے سواری کی مختلف روایت بیان کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ہندوستانی لوگ گھوڑوں کو لگام سے قابو میں رکھتے وہ ان کے منہ میں لوہے کی سلاخ ڈال کر انہیں تکلیف میں مبتلا نہیں کرتے تھے۔ اس دور میں گھوڑے کے جسم کو کسنے والا شکنجہ ایجاد نہیں ہوا تھا۔ اس طرح زین اور شکنجے کے بغیر سواری یقیناً بیرا آرام دہ ہوتی ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ شہسواری کا شعبہ ہندوستانی فوجوں کا ایک کمزور حصہ ہوتا تھا۔ اس لحاظ سے یونانی فوج کو شمالی جنگجوؤں پر برتری تھی اور وہ اس کے مقابلے میں کافی طاقتور تھی۔ ہندوستانی فوج میں تیر انداز گھڑسواروں کے الگ شعبے کا بھی کوئی تصور نہیں تھا۔

(4) ہاتھی

ہندوستانی فوج کا چوتھا اور اہم حصہ جنگی ہاتھیوں پر مشتمل ہوتا تھا۔ کرٹئیس ان کی مہارت کی بہت تعریف کرتا ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ ہاتھیوں کی ایک قطار فوج کے آگے آگے چلتی

دیوہیکل جانور، جو بھی تیر انداز سوار ہوتے، جھنڈیاں لہراتے ہوئے دشمن فوج کی صفوں کو درہم برہم کرتے ان کے پڑاؤ میں آگ لگاتے اور اپنے کیمپ میں لگی آگ سونڈ میں پانی بھر کر بجھاتے تھے۔ ہاتھیوں کو قلعوں کے دروازے، ستون، حصار توڑنے اور حریف فوج کو دہشت زدہ کرنے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا۔ گرمیوں کے سوا انہیں ہر موسم میں استعمال کیا جا سکتا تھا۔ بارش میں تو ان کی کارکردگی دوچند ہو جاتی۔ ہاتھی کے اوپر مہاوت کے علاوہ تین تیر انداز سوار ہوتے دو اطراف میں جبکہ ایک پشت پر تیر پھینکنے کا کام کرتا تھا۔ یہ سپاہی کھلے یا بند ہودوں پر بیٹھے ہوتے یا ہاتھی کی ننگی پیٹھ پر سوار ہوتے۔ بادشاہ یا جرنیل کا ہودہ چھتے دار کی طرح لگتا تھا۔ اسے انتہائی خوبصورتی سے سجایا جاتا تھا۔ ہودے میں بڑی تعداد میں آتشیں تیر، لکڑی کے نیزے اور دیگر ہتھیار رکھے جاتے۔ ہاتھیوں کے سر کو آہنی خود کی ٹوپی سے ڈھکا جاتا جبکہ باہر کے بڑے دانتوں پر تیز دھار تلواریں باندھی جاتی تھیں۔ کوٹلیہ نے ہاتھیوں کے مختلف اعضا کو آہنی چادر میں ڈھکنے کی تفصیلات بھی بتائی ہیں۔

ہاتھی دشمن کی فوج کو اتنا کر دیتا ہے ہر طرف تباہی اور ویرانی کا منظر نظر آتا۔ 326 قبل مسیح میں سکندر اور پورس کے درمیان لڑائی سے لے کر شہنشاہ اکبر کے جرنیل منعم خان اور بنگال کے پٹھان سلطان داؤد خان کیرانی کے درمیان ہونے والے تصادم تک ہاتھیوں کے حملے کا کوئی توڑ نہیں کیا جا سکا تھا۔ ہاتھیوں نے دیوہیکل اور طاقتور جسم مضبوط پیروں کے باعث سبقت حاصل کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ بعد کی جنگوں میں ہاتھی دشمن کی تباہی اور شکست دینے کا ذریعہ بن گئے۔ بلند ہودے پر بیٹھا کمانڈر نہ صرف دشمن کے حملوں کا جائزہ لے سکتا بلکہ اپنی فوج کو بھی مناسب ہدایات جاری کر سکتا تھا۔

کوٹلیہ نے بعض جنگی مشینوں کا بھی ذکر کیا ہے لیکن ان کی ترتیب و استعمال کے بارے میں ہم نہیں جانتے۔ ایک اور مورخ ڈایوڈورس لکھتا ہے کہ "پورس کی فوج میں 50 ہزار پیدل سپاہی، تین ہزار گھوڑسوار، ایک ہزار رتھ گاڑیاں اور 130 ہاتھی موجود تھے۔"

پوری فوج متحدہ کمان کے تحت ایک پرچم تلے ترتیب دی جاتی (جسے یونانی ہراول دستہ کہتے ہیں) گروہ

شاید وشنو مہاراج یا گنیش مہاراج کی شبیہ تھی) بتا ہوتا پورس اور سکندر کی جنگ کی تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ پورس کی فوج مربوط اور منظم تھی۔ یہ بھی دکھائی دیتا ہے کہ مختلف قبائلی جتھیں فوج میں بھرتی کیا گیا تھا۔ یہ قبیلے کے کسی جنگجو کی کمان میں لڑائی کرتے۔ قدرتی بات ہے کہ ایک کمانڈر دوسرے کمانڈر سے الگ اپنے منصب کے لحاظ سے کام کرتا تھا۔

کوٹلیہ بتاتا ہے کہ 200 پیادے، 10 بگھیاں، 50 گھوڑے اور 10 ہاتھی مل کر ایک سکواڈرن بناتے جس کے کمانڈر کو پدیکا کہا جاتا۔ اس قسم کی 10 اکائیاں یعنی 2 ہزار پیادے، 100 بگھیاں، 500 گھوڑے اور 100 ہاتھی، سینا پتی کے ماتحت ہوتے۔ یوں 10 کمپنیاں یعنی 20 ہزار پیادے، ایک ہزار بگھیاں 5 ہزار گھڑ سوار اور ایک ہزار ہاتھیوں پر مشتمل رجمنٹ کی کمان مہانائکا کے سپرد کی جاتی۔ رتھ چلانے کا ایک اعلیٰ تربیت یافتہ افسر رتھادھیاکس مقرر ہوتا تھا۔ اس طرح دیگر شعبوں کے لئے الگ افسر مقرر کیے جاتے تھے۔ ایک جنگی دفتر میں بیوروکریٹک نظام کام کرتا جسے مالی معاونت فراہم کرنے کے وسائل پیدا کیے جاتے۔ اگر کسی فوج / حکومت کی کارکردگی اور مضبوطی کا یہ تصور کیا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں۔ پورس کی فوج ایک بھرپور طاقت تھی۔

اس بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سکندر اور پورس دونوں کی فوجوں میں بعض خوبیاں اور بعض خامیاں پائی جاتی تھیں۔ یونانی فوج ہتھیاروں اور تکنیکی صلاحیت جبکہ ہندوستانی سپاہی تعداد کے لحاظ سے برتر تھے۔ علاوہ ازیں موسم بھی ان کے لئے موزوں تھا۔

8

جنگ جہلم

8

جنگ جہلم

پورس کی طرف سے شرائط مسترد ہونے کے بعد سکندر نے جہلم کی طرف چڑھائی کا مصمم ارادہ کر لیا لیکن حائل تھا، چڑھا ہوا دریائے جہلم اس کی راہ میں بڑی رکاوٹ تھا۔ پورس اپنی بھاری فوج کے ساتھ دریا کے ایک کنارے پر خیمہ زن ہو گیا۔ آرین لکھتا ہے کہ "اس اقدام کا ایک مقصد سکندر کی پیش قدمی کو روکنا دوسرے دریا پار کرنے کی صورت میں اس پر حملہ کرنا تھا"

اس منصوبے کا علم ہوتے ہی سکندر نے اپنے جرنیل کوئنس کو حکم دیا کہ دریائے سندھ عبور کرنے کے لئے بنائی گئی سینکڑوں کشتیاں توڑ کر دریائے جہلم (ہائیڈاسپس) پر لائی جائیں تاکہ انہیں دوبارہ جوڑ کر دریا پار کرنے کے قابل بنایا جا سکے۔ چھوٹی کشتیوں کو دو برابر حصوں میں تقسیم کیا گیا جبکہ 30 چپوؤں والی کشتیوں کے تین حصے بنا کر انہیں بیل گاڑیوں کے ذریعے دریائے جہلم کے کنارے منتقل کر دیا گیا جہاں انہیں دوبارہ کشتیوں کی شکل دے کر دریا پار کرنے کے لیے تیار کیا گیا۔ یہ انتظامات مکمل ہونے کے بعد سکندر اپنی اور ٹیکسلا کی فوج کے ساتھ جہلم کی طرف بڑھنے لگا تیز بارشوں کی وجہ سے دریا پار کرنا کافی دشوار ہو گیا تھا۔

جنرل سٹیکی کا خیال ہے کہ "سکندر نے جہلم پہنچنے کے لئے سیدھا راستہ اختیار نہیں کیا بلکہ تھوڑی جنوبی سمت سے ہوتے ہوئے کوہستان نمک (سالٹ رینج) کے قریبی دریائی پٹ کے ساتھ پیش قدمی جاری رکھی۔ اس

کے بائیں طرف نندنہ اور روہتاس کے علاقے تھے وہ جنڈ ریڈی کی گزرگاہ والی تنگ گھاٹی سے گزرتے ہوئے موجودہ جلالپور شریف کے پاس دریائے جہلم کے کنارے نمودار ہوا۔"

کننگھم بھی جنرل چیسنی کی تحقیق سے متفق ہوتے ہوئے رقم طراز ہے کہ سکندر نے راولپنڈی، ٹیکسلا اور روہتاس کا راستہ اختیار نہیں کیا تھا بلکہ وہ جنوب میں ڈھنڈیال سے ہوتے ہوئے پہلے اسانوت، دونگ اور پھر جلالپور پہنچا۔ سکندر کا فوجی پڑاؤ جہلم کے کنارے شاہ کبیر سے لے کر چونکل پر پھیلا ہوا تھا اس کے خیمے جلالپور کے شمال مشرق میں دو میل اور سید پور تک چار میل تک بکھرے ہوئے تھے۔

تاریخ دان اے برنس، جنرل کورٹ اور جنرل ایبٹ اس خیال سے متفق نہیں ان کا کہنا ہے کہ سکندر نے جہلم کے لئے بالکل سیدھا اور روایتی راستہ اختیار کیا اس نظریے کے حق میں وی اے سمتھ اور وی آر ریحان کی تحقیق ہے کہ سکندر روہتاس کے پاس شاہ دا چیری اور دو کوٹلہ پار کرتے ہوئے دریائے جہلم پہنچا کیوں کہ یہاں دریا کا پاٹ جلالپور شریف کے قریب پاٹ کی بہ نسبت ایک تہائی کم تھا۔ اسی راستے کو قدیم مورخ سٹرابو نے بھی سکندر کی گزرگاہ قرار دیا ہے کیونکہ سکندر نے فوجی نقل و حمل کے لئے ہمیشہ پہاڑوں کے دامن کو ترجیح دی کیونکہ یہاں کھلے میدان کی بہ نسبت دریاؤں کو پار کرنا آسان ہوتا ہے۔ چنانچہ سکندر دریائے جہلم کے ایک کنارے اور اس کا حریف راجہ پورس اپنی فوج کے ساتھ دوسری طرف خیمہ زن ہو گیا۔

کیورٹیس اس منظر کو اس طرح بیان کرتا ہے۔

"دریا چاروں سمتوں میں 809 گز کے وسیع علاقے پر پھیلا نظر آ رہا تھا اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دریا وہ پھیلاؤ سے اس کی تیزی میں کوئی فرق آ گیا تھا۔ جہلم ایسا تند خو، جوشیلا دریا محسوس ہو رہا تھا جسے دونوں طرف سے تنگ کناروں میں قید کر دیا گیا اس کے علاوہ کئی مقامات پر ڈوبی چٹانوں کی وجہ سے پانی کے اندر ڈھلوانیں سی بن گئی تھیں کناروں پر ایک اور دنیا آباد تھی جہاں تک نگاہ جاتی وہاں تو پیادے، شہسواروں کے دستے دکھائی دے رہے تھے اور ان کے درمیان تباہی پھیلانے والی بھاری بھرکم بلائیں، ہاتھی، نمایاں نظر آ رہی تھیں۔ مہاوتوں کی طرف سے انہیں قابو رکھنے کی کوشش میں ان کے کان تکلیف میں رہتے جس سے ہاتھی دہشتناک چنگھاڑیں مار رہے تھے"۔

میدان جنگ میں فوجیوں کا شور، گھوڑوں کی ہنہناہٹ، ہاتھیوں کی چنگھاڑ، زخمیوں کی دردبھری کراہٹ آمیز شکست ہوت، افق پر تاحد نظر پھیلے رنگ، گاڑیوں کی چمک، ہتھیاروں کے ٹکرانے کی آواز، دیوہیکل ہاتھیوں کی ہیبت ناکی، قطار اندر قطار خیمے اور قناتیں ادھر ادھر گھومتے فوجی دستوں سے ہم اس وقت کی چمک دمک اور دہشت آمیزی کا بخوبی تصور کر سکتے ہیں۔ مسلسل نگرانی، تجسس، اعصاب شکن ہوشیار کیفیت اور گہری توقعات سے ہر فوجی اعصابی تناؤ کا شکار نظر آ رہا تھا۔

دونوں کنارے سے فریقین کے لئے ایک چیلنج بن گئے تھے۔ دریائے جہلم پر دونوں فوجیں حیرگی سے یک دوسرے کو دیکھ رہی تھیں اور پہلے حملے کے لئے پہل کرنے کا موقع تلاش کر رہی تھیں۔ دریا کی چوڑائی جہلم کے قریب 809 گز جبکہ جلالپور میں اس سے دوگنی تھی جس سے حملہ کرنے کی کوشش بیکار نظر آ رہی تھی۔

دونوں فوجیں مئی سے جون کے اختتام یا وسط جولائی تک ایک دوسرے کے خلاف مکمل تیاری اور بے چینی کی حالت میں رہیں۔ جہلم بدستور طغیانی میں تھا۔ پورس کی فوج اگرچہ سکندر کے مقابل تھی تاہم اس نے دریا کے ان تمام علاقوں پر نگران دستے بھیج رکھے تھے جہاں سے ممکنہ طور پر جہلم کو پار کیا جا سکتا تھا۔ سکندر نے بھی اپنی فوج کو مسلسل حرکت میں رکھا۔ وہ کبھی ایک جگہ پڑاؤ کرتا کبھی دوسری جگہ۔ اس طرح اس نے اپنے حریف کو مستقل الجھاؤ میں ڈال دیا اور پورس اس کے عزائم جاننے میں مشکل کا شکار تھا۔ اس مقصد کے لئے سکندر نے اپنی فوج کو کئی حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا جبکہ اپنی کمان میں اس نے چند دستے رکھے۔ یہ فوجی ٹکڑیاں مختلف سمتوں میں پیش قدمی کرتی تھیں۔ وہ علاقے کی صورتحال جانچنے کے علاوہ دریا پار کرنے کی مناسب جگہ کی تلاش میں تھا۔ اس نے بیک وقت کئی جرنیلوں کو مختلف دستوں کے ساتھ مختلف سمتوں پر تعینات کر رکھا تھا۔ وہ اس حکمت عملی سے مد مقابل پورس کو مرعوب کرنے کا خواہاں تھا۔ وہ یہ جانتا تھا کہ اس طرح برسات کا موسم ختم ہو جائے گا کیونکہ اکتوبر میں سردی کے آغاز پر پانی کی سطح کم ہو جاتی تھی۔

اگرچہ اس نے فوجیوں میں اکتوبر تک انتظار کا ارادہ مشہور کر رکھا تھا تاہم وہ مسلسل ایسے مقام کی تلاش میں رہا جہاں سے دریا کو چپکے سے پار کیا جا سکے۔ یہ بالکل واضح ہو گیا کہ پورس کی فوج کے سامنے سے جہلم کو پار کرنا ناممکن تھا جو ہمہ وقت دریا پار کر کے پہنچنے والی مقدونوی فوج پر جھپٹنے کے لئے تیار رہتی

نے محسوس کر لیا تھا کہ اس کے گھوڑے ہاتھیوں کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے بلکہ ان کی ہیبت سے ممکن ہے کشتیوں سے دریا میں کود کر بہاؤ کی نذر ہو جائیں اس لئے وہ ایسے خفیہ راستے تلاش کر رہا تھا جن سے گزرتے ہوئے پورس کو اس کی کانوں کان خبر نہ ہو وہ رات کو فوج کے پڑاؤ سے نکلتا اور دریا کے کنارے مختلف سمتوں میں مارا مارا پھرتا اس نے ہر فوج کو ہدایت کی کہ وہ اسی "وار" اور شور پیدا کرے جس سے یہ تاثر پیدا ہو کہ شاید سکندر کی فوج دریا کو پار کرنے کے لیے تیار ہے اس حکم پر یونانی فوجی جنگ کے دیوتا "دیونیسس" کے نام کے نعرے لگاتے۔

صورتحال دیکھتے ہوئے پورس بھی اپنے ہاتھیوں سمیت یونانی فوج کے مخالف سمت میں پیش قدمی کرتا اس کے فوجی سکندر کے بعض دستوں کو دریا پار کرنے کی کوشش میں مار بھگاتے۔

بہت عرصہ یہ پسپائی، پیش قدمی اور تعاقب کی آنکھ مچولی ہوتی۔ یہ کیفیت کئی رات جاری رہی تو پورس کو گمان ہونے لگا کہ یونانی فوج شاید دریا پار کرنے میں سنجیدہ نہیں اس طرح ایک رات سکندر کا مشہور دستہ پہرے پڑاؤ سے نکلا تو پورس نے کوئی جوابی اقدام نہ کیا بلکہ اس کے فوجی اپنی صفوں میں رہے تاہم اس کے جاسوس دریا کے نسبتاً کم چوڑے مقامات پر بدستور تعینات دشمن پر نظر رکھے ہوئے تھے یہ بات نظر آ رہی تھی کہ پورس اپنی تیاری میں کچھ نرم پڑ گیا تھا۔

اسی دوران جنگی کشتیاں مسلسل دریا کے بہاؤ اور مخالف سمت میں گشت کرتی رہیں جن میں گھاس پھونس اور اسلحے سے لیس فوجی سوار تھے یہ فوجی اپنی تلوار ہاتھوں میں بلند کر کے دریا کے بیچوں بیچ کہیں کہیں جزیروں پر بیٹھتے ہوئے چڑھ جاتے اور آپس میں مقابلے کرتے۔ ان کی کامیابی اور ناکامی سے دریا کے کنارے فوجوں میں خوشی و مایوسی کا تاثر پھیل رہتا۔ ایک روز سمبھو کا فوجی دستہ کوئنس اور ٹالمی کی قیادت میں چند باقی سپاہیوں کی ٹکڑی سمیت بغیر [illegible] تیرتے ہوئے اس ننھے جزیرے پر چڑھ گئی جہاں پورس کے فوجی موجود تھے۔ ان مقدونوی حملہ آوروں نے جزیرے پر اترتے ہی چند مخالف فوجیوں کو ہلاک کر دیا تاہم پورس کی طرف سے زیادہ فوجی آنے پر ان میں سے بعض مارے گئے اور کچھ جان بچا کر واپس اپنے پڑاؤ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ پورس کے فوجی کنارے پر کھڑے امید افزا لمحات میں یہ منظر دیکھتے رہے یہ چند لمحات [illegible] ثابت ہوئے جس سے حریف فوجوں میں مسرت و شادمانی اور مایوسی پھیل گئی۔

سکندر کو بالآخر اپنے پڑاؤ سے 17 میل دور ایک مناسب مقام دریا پار کرنے کے لئے مل گیا اس جگہ پر دریا نے کافی حد تک ایک موڑ لیا ہوا تھا، اس جگہ کنارے پر درختوں سے ڈھکا ایک ابھار تھا جس نے توپخانے اور خصوصاً سواروں کو "کیموفلاج" کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا اس ابھرے ہوئے مقام کے سامنے دریا میں ایک جزیرہ تھا جو گھنے جنگل سے بھرا ہوا تھا۔

کننگھم کا خیال ہے کہ یہ مقام کاندر نالہ (جلالپور کے قریب) کے قریب تھا لیکن تاریخ کی تحقیق ہے اس جگہ پر دریا کا موڑ تاحال نہیں بنتا آرین نے بتایا ہے۔ ایبٹ اور سمتھ کا کہنا ہے کہ جلالپور کے ساتھ منڈیالہ اور کوٹھرا کے درمیان دریا میں کوئی موڑ نہیں ہے یہ جگہ دراصل موجودہ جہلم شہر سے 14 میل کے فاصلے پر تھی جیسا کہ یونانی مورخوں نے لکھا ہے کہ سکندر نے اپنے پڑاؤ سے 17 میل دور دریا کو پار کیا اس طرح موجودہ اور ماضی کے فاصلے میں زیادہ فرق نہیں۔ مونٹ بٹالن اور دوسرے مورخوں کا کہنا ہے کہ یہ جگہ منگلا کے جنوب مشرق میں واقع تھی۔ سکندر کو اس مقام پر ایک اور فائدہ تھا کہ اس طرف دریا سکندر کو وصول ہوتا تھا جبکہ مخالف فوج کو پہرہ داری طویل کمان پر پھیلانا پڑتا تھا اس کا راستہ مختصر تھا لیکن مخالف فوج کو سب فاصلہ طے کرنا پڑتا تھا۔

دریا پار کرنے کے لئے مکمل طور پر تیار ہونے کے بعد سکندر نے خفیہ طریقے سے اپنی نقل و حمل کی منصوبہ بندی کی۔ اس کے افسروں میں ایک جس کا نام اطلوس تھا کی شکل و صورت اور قد و قامت بالکل اس سے مشابہ تھی اور وہ کسی کو بھی شبے میں ڈال سکتا تھا۔ سکندر نے بہت چالاکی سے اطلوس کو پڑاؤ میں رکھا تاکہ وہ ظاہر کرے کہ سکندر بدستور فوج کے ساتھ موجود ہے اور فی الحال اس کا دریا پار کرنے کا کوئی ارادہ نہیں اس نے اطلوس کو شاہی تاج اور لباس پہننے اور اپنے خیمہ میں رہنے کا کہا اور اس کی حفاظت کے لئے شاہی دستہ تعینات کر کے شاہی پہرے کی پوری طرح پیروی کیا گیا۔

دریا کی دوسری طرف پورس مطمئن تھا کہ اس کے سامنے مقدونوی فوج بدستور خیمہ زن ہے اور سکندر بھی ان کے درمیان موجود ہے سکندر نے اس اثناء میں پولی پرکان، اٹکاس، جرگوشین، میریا اسد گھڑسواروں کے کمانداروں اور ہندوستانی پانچ ہزار فوجیوں سے کہا کہ وہ اس وقت تک دریا کے اس طرف کھڑے رہیں جب تک وہ جہلم کے دوسری جانب جا کر وحشت کی علامت ہاتھیوں کو جنگ

میں مصروف رکھ سکے کیونکہ ... تھی کچھ دستے اکٹھے ہو گئے تھے اس سے پہلے وہ دریا پہنچ سکے
کنارے کے درمیان حفاظتی مقدمہ کے طور پر پیچھے چھوڑ دیا۔ اسی طرح ایک اور جگہ پر کاریجس کی
قیادت میں دستے تعینات کیا انہیں حکم دیا گیا کہ جب فوجیں لڑائی میں اچھی طرح مصروف ہو جائیں تو وہ
دریا پار کر کے پہنچ جائیں۔

تعیناتات کے بعد سکندر نے پیچھے کے علاوہ ... کی کمان میں شہسوار فوج، پیدل ... سوار
دستے، ہپاچس، ... کی توپوں کا ... اور ... تیر انداز دستوں کو اپنے ساتھ شامل
کیا۔ اس نے دریا کے کنارے کے ساتھ پیش قدمی کے بجائے کافی فاصلے سے نقل و حرکت جاری رکھی تاکہ
مخالف فوج کو اس کی پیش قدمی کا اندازہ نہ ہو سکے۔ مقدونوی فوج کی مختلف حصوں میں تقسیم، سپاہیوں کی
مسلسل آمد و رفت، جیسے ... راتوں سے جاری شور سے پورس اور اس کی فوج یہ سمجھنے لگی تھی کہ ابھی تک
کا دریا پار کرنے کا کوئی ارادہ نہیں۔

ایک تاریک رات کو تیز اندھیری چل رہی تھی اور آسمانی بجلی زور دار دھماکے والی کڑک رہی تھی۔ طوفان
کے ساتھ موسلا دھار بارش بھی ہونے لگی۔ پانی کے ریلے اور اولے خوفناک آواز پیدا کر رہے تھے۔
پہاڑیاں اور جنگل دہشتناک انداز میں گونج رہے تھے اور بجلی اور چمکیں آمیز تھی۔ اسی صورت کے
مشکل وقت میں مقدونوی تاجدار سکندر نے اپنی فوج کو دھاڑ کا دریا پار کرنے کا حکم دیا۔ بجلی کی گرج چمک
اور طوفان کے سرسراتے شور نے سپاہیوں کے ہتھیاروں کی آواز کو مخالف فوج تک نہ پہنچنے دیا۔ جب
طوفان ختم ہو گیا تو تاریکی نے آسمان کا ستھ پوری طرح ڈھانپ دیا۔ اس طرح قدرت کے قہر اور سکندر کی
دلیری نے اسے دشمن کی نظروں سے چھپ کر پیش قدمی کرنے کی راہ ہموار کر دی وہ چپکے سے دشمن پر جھپٹنے
کے لیے تیار تھا۔

زیادہ کشتیاں جو مختلف حصوں میں تقسیم کر دی گئی تھیں، دوبارہ جوڑ لی گئیں اور انہیں درختوں کے جھنڈوں
میں چھپا دیا گیا۔ فوجیوں کے جسم پر حفاظتی کھالیں چڑھا کر انہیں احتیاطی عقبی دستے کی دیا گیا اس وسیع
کرنے کی تیاریوں کے بعد پہلی دستوں نے دریا پار کرنا شروع کر دیا۔ سکندر خود ایک 30 چپوؤں والی
بڑی کشتی پر سوار ہوا اور اس کے محافظوں نے اس کی تقلید کی۔

جہلم دریا [illegible] کے [illegible] پر [illegible] تھا۔

اس کے پیچھے [illegible] کشتیوں [illegible] شروع [illegible] تمام علاقے
کے پانی [illegible] کی وجہ سے [illegible] تھا کہ کل
[illegible] کنارے سے
[illegible] رات بھر [illegible]
کے [illegible] کنارے پر
[illegible] میں [illegible] پانی سے [illegible] ہوئے
تھے [illegible] صورت [illegible] تھی
یونانی [illegible] سکندر [illegible] کر دے کہ [illegible]
[illegible] کے بعد
یونانی [illegible] سکندر [illegible] گا

سکندر کے [illegible] علاقے [illegible] مشرق میں چھوٹی پہاڑیاں تھیں
وہ [illegible] میل تک پھیلا ہوا [illegible] کافی تھا
اس مقام پر [illegible] پورس کے [illegible] آ رہے ہیں [illegible] پورس کے قریب ہی
[illegible] سکندر [illegible] تھا۔

دریا پار کرنے کے بعد سکندر [illegible] کے ساتھ ڈھائی میل آگے روانہ ہوا۔
[illegible] پورس کے بیٹے کی [illegible] کے ایک دستے سے
[illegible] میں 60 گاڑیاں شامل تھیں لیکن
[illegible] 120 گاڑیوں اور 2 ہزار [illegible] پر مشتمل تھا۔

[illegible] کہتا ہے کہ [illegible]
[illegible] پوری طرح [illegible] پورس کے بیٹے کی قیادت میں

ہندوستانی فوجیوں نے اسے تلواروں اور نیزوں پر لے لیا۔ سکندر جو شہسواروں کی کمان کر رہا تھا خود شہزادے کے ہاتھوں زخمی ہوا جبکہ اس کا چہیتا گھوڑا بیوکفالس مارا گیا۔"

آر سی مجمدار کی تحقیق ہے کہ آرین اس معرکے کو تسلیم نہیں کرتا لیکن ہم آرین کے بیان کی تفصیل پڑھیں تو واضح ہو جاتا ہے کہ اس نے توروی کی تحقیق کا پتہ دینے کیلئے حوالہ دیا ہے کہ پورس کے بیٹے کی قیادت میں فوج ساٹھ رتھوں کی بجائے ایک سو بیس رتھوں اور دو ہزار پیادوں پر مشتمل تھی۔ سکندر کی پیش قدمی کے عین موقع پر پورس کا بیٹا ہندوستانی فوج کیساتھ نمودار ہوا۔ سکندر نے پہلے اس کے مقابلے کیلئے گھڑ سوار تیر انداز بھیجے اور پھر خود باقی فوج کیساتھ دشمن پر حملہ کر دیا۔ تو دوران لڑائی میں سکندر کے زخمی ہونے اور اس کے گھوڑے بیوکفالس کی ہلاکت کی تردید نہیں کرتا اس طرح آرین بھی ان حقائق کو مسترد نہیں کرتا تاہم ایک اور مورخ جسٹن اس واقعے کو ڈرامائی رنگ دیتے ہوئے لکھتا ہے سکندر نے میدان جنگ میں کود پڑنے میں کوئی وقت ضائع نہ کیا لیکن اس کا گھوڑا پہلے ہی حملے میں زخمی ہو گیا اور وہ سر کے بل زمین پر آ گرا اس موقع پر سکندر کے معاونین اور محافظ تیزی سے اس کی طرف لپکے اور اسے بچا لیا۔'

پورس کے بیٹے کا حملہ بظاہر ناکام ہو گیا کیونکہ اس کی رتھیں کیچڑ میں دھنس گئیں جس کی عام زمین اور دریا میں بارش کی وجہ سے انتہائی مشکل تھا جس کی وجہ سے وہ بڑی مصیبت میں پھنس گیا۔ یہی اس کی ناکامی کی وجہ بن گئی۔

پورس کے بیٹے کی قیادت میں لڑی گئی جنگ جاسوسی نقطہ نظر سے شکست خوردہ تھی۔ وہ صحیح طور پر سکندر کی فوج سے جا ٹکرایا اور دشمن لشکر کو دریا پار کرنے سے پہلے اس کی قوت کا صحیح اندازہ نہ لگا سکا۔

اس ضمن میں اے ای ایم کے بیان میں صداقت دکھائی دیتی ہے کہ جس وقت سکندر اور اس کی فوج نے خشکی پر قدم رکھا پورس کا بیٹا قریب ہی موجود تھا غالباً وہ سکندر کے لشکر کو مصروف رکھنا چاہتا تھا پورس نے مدد کیلئے سپاہیوں کو پیغام بھجوایا جس نے ساٹھ رتھیاں اور ایک ہزار گھڑ سوار فوری طور پر مدد کو روانہ کر دیے کیورٹس بیان کرتا ہے کہ جب راجا پورس کو خبر کی گئی کہ سکندر فوج کیساتھ دریا پار کر چکا ہے تو اس نے مکمل الرٹ ہو کر سمجھ کیونکہ وہ دریا کے اس طرف یونانی لشکر شاہی بھیجے اور پرانے لوگوں کیساتھ بدستور موجود تھی پورس کو مکمل یقین تھا کہ جس فوج کی اسے اطلاع دی گئی ہے وہ اس کے اتحادی راجا ابھیسار کی ہے جس نے معاہدے کے تحت اس کی مدد کیلئے بھیجا تھا۔

ایسے حالات میں پورس سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ اس نے صرف تصدیق کیلئے سات میل دور بیٹے کو چھوٹی فوج کیساتھ بھیجا تھا کہ آروین نے یہاں لشکر کی جو تعداد ظاہر کی ہے وہ اس پر قابو پانے کیلئے ناکافی تھی۔ بحوالہ سے پتہ چلتا ہے کہ اگر پورس ترائی میں واقعی سنجیدہ تھا تو اس نے کافی بڑی فوج مقدونی لشکر کے ہراول پر حملہ کرنے کیلئے بھیجی ہوگی کیونکہ اس سے بہتر کوئی اور موقع ہو نہیں سکتا تھا جب دشمن دریا پار کر کے سنبھلا نہ ہو اور اس پر چڑھائی کر دی جائے۔ یہ حقائق بہت واضح طور پر قائم رہتے ہیں کہ مقدونی پورس کے ایک لشکر سے الجھے اور انہیں ان کے حملے کا مقابلہ کرنا پڑا۔

مقدونی لشکر کے دریا پار کرنے کی خبر آسانی سے نکل کر دوسری طرف پہنچ گئی۔

آروین لکھتا ہے کہ جب آسمان کچھ صاف ہوا اور دشمن فوج کی صف بندی کا اندازہ ہوا تو پورس نے اپنے بھائی ہگاس کی کمان میں چار ہزار گھڑسوار اور ایک سو ساٹھ رتھیں روانہ کرنے کا حکم دیا۔ اسی طرح سکندر نے بیچ میں ہراول دستے کو ان کا مقابلہ کرنے کا حکم دیا اس کے ساتھ وہ خود اپنے گھوڑے پر سوار ایک طرف سے کارروائی کیلئے نکل پڑا۔ میدان جنگ کے عین درمیان میں جب رتھیں سواروں سے پوری شدت سے ٹکرائیں تو ترائی میں نہایت تیزی آ گئی۔

قیاس تھا کہ وہ اس طرح بہتر انداز میں ہندوستانی فوج کو فتح دلا سکتے ہیں یہ کہنا مشکل ہے کہ حملے میں کس قدر زیادہ نقصان ہوا پہلے سے بمشکل سنبھلنے والے پیادے رتھوں کے حملے کا سامنا کر سکے دوسری طرف کیچڑ میں گاڑیاں پھنس اور ٹوٹ جانے کے بعد ہندوستانی رتھوں سے کود کر مقدونی لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ کچھ گھوڑے صورتحال میں بوکھلا کر رتھوں سمیت قریبی جوہڑ اور دریا میں کود گئے۔

اسی دوران پورس نے لشکر کو جنگی حالت میں ترتیب دے رکھا تھا۔ اس نے دریا پار مقدونیوں کی نگرانی کرتے ہوئے مخالف سمت میں تھوڑی سی فوج (چار یا پانچ سو سپاہی اور چند ہاتھی) چھوڑے جو دشمن کی نقل و حرکت پر نظر رکھ سکیں۔ باقی فوج کے ساتھ اس نے ایک ہموار میدان کا انتخاب کیا۔ پورس کی فوج میں آروین کی تحقیق کے مطابق چار ہزار گھڑسوار، تین سو رتھیں، دو سو ہاتھی اور تیس ہزار پیادے موجود تھے۔ ڈایوڈورس کہتا ہے کہ ایک ہزار رتھیں، پچاس ہزار پیادے جبکہ ایک سو تیس ہاتھی تھے۔ دوسری طرف پلوٹارک کی تحقیق ہے کہ پورس کی فوج محض بیس ہزار پیادے اور دو ہزار گھڑسواروں پر مشتمل تھی۔

کیورٹیس لکھتا ہے پورس نے اپنی فوج کی سب سے اگلی صف میں 80 ہاتھی کھڑے کیے ان کے درمیان ساڑھے تیس گز کا وقفہ رکھا گیا ہو گا اس وقفے کی لمبائی پچاس گز بیان کی ہے ہاتھیوں کے پیچھے مسلح ہتھیاروں سے لیس پیادے تعینات کیے گئے ان کی ترتیب اس طرح قائم کی گئی کہ وحشی ہاتھیوں کے درمیان خلا کو پر کیا جائے جنگ کے دوران خوفناک طبل اور نقارے بجائے جاتے تھے سنتے تھے دوسرا کا جواب ہے کہ صرف قلب میں تو پچاس سے ہاتھیوں کی تین پشت پر پورس صف بندی یونانی فوج سے خوب فاصلہ طے کر کے ان کے بائیں طرف تھے دستوں نے جنگل پر حملہ کے طور پر یہ دو شہسوار گھیرے کی تصویر دے رہے تھے ہو ادیے گئے یوں ہندوستانی لشکر کی شکل ایک بڑے قلعے سے مشابہ نظر آتی تھی جس میں ہاتھی ستون جبکہ شہسوار اور پیادے اس کی بنیادیں نظر آ رہی تھیں۔ اتنی بڑی تعداد میں لشکر دیکھ کر یونانی سوچ میں پڑ گئے اور ان کی پیش قدمی تھم گئی جیسا کہ کیورٹیس لکھتا ہے۔

صرف دیو ہیکل ہاتھی ہی یونانی فوج پر دور سے دیکھ کر ہی ششدر رہ گئی تو کئی صفوں کے درمیان کھڑے ہاتھی دور سے دیکھنے پر بھاری ستونوں کی طرح دکھائی پڑتے تھے۔ پورس نے جس ہاتھی کو سواری کے لیے پسند کیا وہ سب سے طویل قامت اور عظیم ہوتا تھا جس کی وجہ سے دور ہی سے میدانِ جنگ کی صورتحال کا علم ہو جاتا تھا خود پورس کی بے قد و قامت اور عظیم الشان ہاتھی کی سواری نے اس کی شخصیت میں عجیب سی ہیبت پیدا کر دی تھی یہی وجہ تھی سکندر نے بیک وقت شہسوار اور پیدل فوج کا بطور چارہ سے باقاعدہ موقع پر اس نے تاریخی نعرہ لگایا "آج بالآخر میرے مد مقابل ایسا خطرہ ہے جو میری ہمت اور حوصلے کے شایانِ شان ہے مجھے وحشی ہاتھیوں اور غیر معمولی بہادری کے حامل لوگوں سے بیک وقت مقابلہ کرنا ہو گا۔" سکندر نے لڑائی کے لیے سادہ حکمت عملی اختیار کی تھی اس نے اس عرصہ میں آس پاس دوڑ کر گھیرا ڈالنے کے جنگی طور طریقوں پر لڑائی کا ارادہ کر لیا تھا۔

لشکر کے دائیں سے بائیں جانب سکندر کی اپنی گھڑ سوار فوج تھی اس کے بعد برق رفتار دستہ (ہپ ہیجس) پھر روایتی بھاری تیر انداز تھے لشکر کے اردگرد ہتھیاروں سے لیس پیادہ فوج تعینات کیے گئے جہلم کے پار (بڑا خوکی میں) اور دوسری طرف کے لشکر میں ترقی یہ ہو کہ اس جانب گھڑ سواروں کی بڑی تعداد موجود تھی جنگ پر ایک جیسی بہت کم شہسوار باقی چھوڑے گئے اس فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ایک حصے کی کمان سکندر نے اپنے ہاتھ میں رکھی دوسرا حصہ اپنے جرنیل کوئنس کی کمان میں دے دیا۔

بعض تجزیہ نگاروں کا خیال ہے کہ کوئنس کو دشمن فوج کے مخالف سمت میں دائیں طرف تعینات ہونے کا حکم دیا گیا۔ چند مورخ اس خیال سے متفق نہیں ہیں کہ کوئنس کو بائیں فوج کے دائیں جانب تعینات کیا گیا تاریخی تحقیق ہے کہ کوئنس کو سکندر کی بائیں جانب سے پیش قدمی کا حکم دیا گیا تھا تاکہ پورس یہ سمجھے کہ کوئنس شاید تیر انداز شہسواروں کی مدد کے لئے گئے ہیں در اصل اس طرح جب پورس کے تیر انداز پسپا ہوں اور کوئنس کی فوج کو پیچھے دھکیلنے کی کوشش کریں کوئنس اچانک ہندوستانی فوج کے دائیں طرف سے ہوتا ہوا ان کی عقب سے حملہ آور ہو سکے۔ فالینکس کی کمان سیلوکس، انٹی جینس اور ٹاروس کو دے کر انہیں حکم دیا گیا کہ وہ اس وقت تک پورس پر حملہ نہ کریں جب تک کہ دشمن فوج اس کے گھڑسواروں اور شہسواروں سے تتر بتر اور درہم برہم نہ کر دے اس طرح افرا تفری میں دائیں ہاتھ مقدونی سپاہیوں نے میدان جنگ میں کود پڑنا تھا۔

ایرین لکھتا ہے کہ راجا پورس نے ہاتھیوں سے پہلے سکندر کی سواروں کا مقابلہ کیا کیونکہ وہی اس کا دائیں قلب تھا اس مقابلے کو ناکام ہوتے ہوئے سکندر نے اپنی فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دیا ایک ہزار تیر اندازوں نے پورس کی فوج کے دائیں حصے پر شدید حملہ کیا۔ یہ حصہ دریا کے انتہائی قریب تھا سکندر خود بھی خاص شہسواروں (ایجما) کے ساتھ پورس کے اس طرف حملہ آور ہوا اس وقت کیا گیا جب پورس کے سپاہی صفوں میں تھے اور ابھی یک قطار میں تعینات نہیں ہو سکے تھے کوئنس اسی موقع کے انتظار میں تھا اس نے بھی بائیں حصے پر شدید حملہ کر دیا شہسواروں نے اس کا بازو حصوں سے مکمل تیروں کو پیچھے ہٹا دیا گیا کیونکہ ہندوستانی گھوڑ سوار گھبراہٹ میں تیزی سے حملہ کرنے میں رکاوٹ ثابت ہوئی تھیں البتہ شہسوار دستے دائیں بائیں آگے پیچھے چاروں سمت سے دشمن پر ٹوٹ پڑے تھے ٹھیک اس وقت منصوبہ بندی کے عین مطابق کوئنس دائیں طرف سے آگے بڑھا اور پورس کے شہسوار دستے پر عقب سے حملہ کر دیا اس طرح ہندوستانی لشکر دو حصوں میں تقسیم ہو کر رہ گیا ایک حصے پر سامنے کی طرف سے دھاوا بول دیا گیا تھا دوسرے کو عقب سے شدید حملے کا نشانہ بنایا گیا بوکھلائے ہوئے شہسوار جب اپنی قطاریں درست تبدیل کر رہے تھے تو سکندر نے پوری قوت کے ساتھ ان کی سامنے والی سمت سے حملہ کر دیا کوئنس پچھلی طرف سے ہندوستانی فوج کو مسلسل مشکل میں ڈالنے میں معروف تھا صورتحال میں پورس کے سپاہی دفاعی پوزیشن اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے گھڑ سوار بھاگ کر پیچھے تو پہلے کی ترتیب پر مجبور ہو گئے انہوں نے دو ہاتھیوں کے درمیانی علاقہ میں پناہ لے لی دو اب یہ دونوں کی کاروائی کے منتظر تھے اور وقتی طور پر میدان

جنگ سے باہر ہو گئے۔

یونانی شہسواروں کو غضبناک حالت میں حملہ کرتے ہوئے دیکھ کر پورس نے اپنی فوج کے اہم ہتھیار ہاتھیوں کی پیش قدمی کا حکم دیا۔ دیو ہیکل ہاتھی چیختے چنگھاڑتے آگے بڑھے اور حملہ آور گھوڑوں کو دہشت زدہ کر دیا اس طرح یونانی گھڑ سواروں کے تابڑ توڑ حملوں میں کچھ کمی آ گئی وحشی جانوروں کی پیش قدمی کے ساتھ ہی پورس کا توپخانہ دشمن پر حملے کے لئے آگے بڑھا اس دوران گھڑ سواروں کو پھر سے حریف کے خلاف کارروائی کا موقع مل گیا گھوڑوں کی طرف سے لڑائی میں ہچکچاہٹ کے بعد یونانی دستے فالینکس نے بڑے پیمانے پر جنگ میں کود پڑنے کا عزم کر لیا مقدونی شہسواروں نے پھر ایک بار پورس کے گھڑ سواروں کو ہاتھیوں کے پیچھے پناہ لینے پر مجبور کر دیا تاہم ہاتھی ایسی بلائیں تھیں جن کا توڑ شاید یونانیوں کے پاس نہیں تھا وحشی جنگجو بری طرح مخالف فوجوں میں گھستے چلے جاتے انہیں ہلاک کرنے کے علاوہ سارا نظم تہس نہس کر دیتے یونانی فوج اس صورتحال میں زبردست خوف و دہشت کا شکار نظر آ رہی تھی توپخانہ اس بے ترتیبی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دشمن فوج پر آتشیں گولے اور تیر پھینک رہا تھا۔
آرین اس موقع پر لکھتا ہے "یونانیوں کے لئے اس نوعیت کی جنگی حکمت عملی نئی تھی کیونکہ دیو ہیکل ہاتھیوں نے یونانی توپخانے کو ہلا کر رکھ دیا تھا وہ جس طرف مڑتے فوج کو ریزہ ریزہ کر کے رکھ دیتے"۔
کیورٹس نے اس منظر کو اس طرح بیان کیا ہے۔

"ان جانوروں نے یونانی فوج میں بے پناہ دہشت پھیلا دی ان کی دل دہلا دینے والی چنگھاڑوں سے نہ صرف گھوڑے بدک کر بھاگے بلکہ فوجی خود خوفزدہ ہو کر صفوں کا صف توڑنے پر مجبور ہو جاتے وہ لوگ جو چند لمحات قبل فتح مندی کے نعرے لگانے کے لئے پر تول رہے تھے اب چھپنے کی جگہ تلاش کرنا پڑ رہی تھی سکندر نے بات بگڑتے دیکھ کر ہلکے ہتھیاروں سے لیس اگریانی اور تھراشین دستوں کو ہاتھیوں کے مقابلے میں اترنے کا حکم دیا۔

یہ فوج اپنی دست بدست لڑائی میں نہایت مہارت رکھتی تھی۔ انہوں نے ہاتھیوں اور مہاوتوں پر مسلسل تیر کمانوں کی بارش کر دی۔ فالینکس نے نتائج بدلتے دیکھ کر دوبارہ پیش قدمی شروع کر دی۔ کچھ حملہ آوروں نے جرات مندی کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کی اور ہاتھیوں کو زخمی کر دیا۔ زخم خوردہ ہاتھیوں نے حملہ آور

یونانی فوجیوں کو خوفناک ہو کر پاؤں تلے روند دیا۔ کئی سپاہیوں کا کچومر نکلا۔ مقدونیوں نے جہاں اچھی طرح سے کام لینے کا حکم دیا۔ زیادہ مضحکہ خیز صورتحال اس وقت پیدا ہوئی جب بعض مشتعل ہاتھیوں نے یونانی فوجیوں کو سونڈ میں لے کر اپنے اوپر بیٹھے مہاوت کے پاس پھینکا۔ اس طرح جنگ کا نقشہ مشکوک حیثیت اختیار کر گیا یونانی بعض دفعہ حملہ کرتے آگے سے ہو کے مڑے ہوتے اس کشمکش میں دن کا بڑا حصہ گزر گیا۔"

ڈائیوڈورس حملے کے بارے میں یوں لکھتا ہے "ہاتھیوں نے اپنے قوی جسے کا جو پروردہ تھا استعمال کرتے ہوئے کئی مقدونی سپاہیوں کو پیروں تلے کچل دیا۔ کئی سپاہیوں کو سونڈ میں لپیٹ کر پہلے پوری طرح اوپر اٹھایا پھر زور سے زمین پر پٹخ دیا گیا تو ہاتھیوں نے مقدونوی سپاہیوں کے جسم ہی کو توڑ پھوڑ دیا ہاتھیوں نے حریف فوج کو خوفناک صورتحال میں مبتلا کر دیا اس جنگ میں سامنے والے نوکیلے دانتوں کا بھی وحشت انگیز استعمال کیا گیا۔

یہی وہ حالات تھے جس کی بنا پر بعد کے مورخوں نے لکھا ہے۔ یونانی "فولادی گھوڑے" کی بجائے مضبوط کی جوان سے ہاتھیوں کا توڑ کرنے کیلئے استعمال کئے۔

"ہاتھیوں نے گھوڑوں پر جو قہر ڈھائے وہ قابل ذکر سکندر کے سپاہی ماہر تھے جنگ پھر دوبارہ چل اٹھی سکندر کے جانبازوں کی پیش قدمی جاری رہی کیونکہ ان کے پاس فولادی گھوڑے تھے۔"

آگے ... کے بعد یونانیوں نے وحشی ہاتھیوں سے نمٹنے کیلئے مختلف طریقے استعمال کئے اس سلسلے میں بھاری کلہاڑوں سے ہاتھیوں کے پیر کاٹ ڈالے سونڈوں پر تلوار کے وار کئے گئے۔

ڈائیوڈورس بیان کرتا ہے "یونانیوں نے تیزی سے تیروں سے جو وار کئے ہاتھی ... تھے حتیٰ کہ مہاوتوں کے لئے کہیں ... کرنا مشکل ہو گیا اس طرح حملہ ... رک ... خوردہ وحشی ہاتھی پلٹے اور اپنے سپاہیوں کو ہی کچل کر رکھ دیا۔"

ہاتھیوں پر حملوں کے علاوہ یونانیوں نے پے در پے حملے کئے جن سے کئی ہندوستانی فوجی ہلاک کر دیئے۔ اس تمام صورتحال سے پورس کے جرنیلوں میں بے چینی کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ حالات بگڑتے دیکھ کر بھی

پورس سے جنگ کا پلہ اور توازن خراب ہونے دیا۔ مثالی حاضر دماغی اور تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے چالیس ہاتھیوں کا دستہ اپنی کمان میں لیا اور نئے حوصلے سے دشمن پر دست بدست لشکر کشی شروع کردی۔ ڈائیوڈورس یوں تحسین لکھتا ہے۔

''صورتحال بہت گھمبیر تھی لیکن پورس جو اپنی فوج کے عظیم الشان ہاتھی پر سوار تھے نے چالیس دیگر ہاتھیوں کی کمان سنبھالی اور دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ اس نے خود اپنے ہاتھ سے کئی یونانی فوجیوں کو ٹھکانے لگا دیا۔ اس کی طاقت اپنے تمام فوجیوں سے بڑھ کر تھی اس کا قد لمبا اور بدن بھاری عام ہندوستانی فوجیوں سے تقریباً دوگنی تھی ذہانت اور غیر معمولی تھی۔ وہ جو تیر و بھالا پھینکتا وہ بہت شدت سے یونانیوں کو چیرتا چلا جاتا۔ دہشت زدہ مقدونوی سپاہی اپنے حریف بادشاہ کو حیران کن انداز میں دیکھ رہے تھے۔''

پورس کا ذاتی ہاتھی دیومالائی کردار کی حیثیت رکھتا ہے۔ پلوٹارک یوں کہتا ہے۔

''ہاتھی اپنے مالک (پورس) سے انتہائی مانوس تھا وہ اس کی طرف بڑھنے والے حملہ آوروں کو روکتا اور پیچھا ہونے پر مجبور کر دیتا۔ پھر دشمنوں سے چور ہاتھی جب اپنے بادشاہ پر حملہ ہونے کے قابل نہ رہا تو اس نے بڑے سکون سے پورس کو نیچے اتارا اور پھر سونڈ کی مدد سے اس کے جسم میں پیوست تیر نکالے۔''

پورس حسب دستور پہلی طرح لڑائی میں مصروف تھا اور اپنے تیروں سے دشمن فوج میں تباہی پھیلا رہا تھا۔ حریف فوج نے پوری توجہ اس پر مرکوز کر دی اور اسے گھیرنے کے منصوبے کا آغاز کیا۔ تیر اندازوں اور بھالے تھاموں سے لیس سپاہیوں نے اسے تیروں پر رکھ لیا۔ تاہم وہ نہایت دلیری سے لڑائی میں مصروف رہا۔ اس دوران اس کے جسم پر کئی زخم لگے جس کی تصدیق کیورٹیس کرتا ہے جبکہ آرین کا کہنا ہے کہ اس کے دائیں کندھے پر گہرا گھاؤ آیا! کیونکہ یہاں اس کے جسم پر صدری نہیں تھی جب وہ لڑتے لڑتے تھک کر چور ہو گیا تو اس کے مہاوت نے اسے آرام سے ہاتھی کی پشت سے نیچے اتار دیا۔ سکندر نے بھی ایسا کیا۔ اس کا گھوڑا زخم کھا کر نیچے گر گیا جس کے بعد دونوں بادشاہ زمین پر لڑائی میں مصروف ہو گئے۔ حریف فوجوں میں مسلسل اتار چڑھاؤ نظر آ رہا تھا۔ کل صبح شروع ہونے والی لڑائی آٹھ گھنٹے بعد بھی جاری تھی۔

آخری مرحلے کو آرین یوں بیان کرتا ہے۔ "دریں اثنا سکندر کے تمام شہسوار دستے ایک بٹالین میں ضم ہو گئے۔ یہ جارحانہ حکم کے نتیجے میں نہیں بلکہ تنگ جگہ میں ہندوستانی فوج کے دباؤ کی وجہ سے ہوا۔ ہندوستانی فوج کو تقسیم کرنے کے لیے انہیں بہت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ ہاتھیوں کو بے شک حملہ میں دھکیل دیا گیا۔ ان ہاتھیوں نے اپنے دوستوں کو دشمنوں سے کم نقصان نہیں پہنچایا۔ ہاتھیوں سے ہندوستانی پیادے پاؤں تلے مسلے گئے۔ اسی طرح پورس کے شہسوار دستے کا بڑی تعداد میں جانی نقصان ہوا۔ یونانیوں نے ہاتھیوں کے تنگ گھیرے میں گھر کر فوری ہاتھی سواروں کو تیروں سے ہلاک کر دیا گیا۔ متعدد ہاتھی بھی زخمی ہو گئے۔ تھکاوٹ اور مہاوتوں کی عدم موجودگی سے ہاتھی بے قابو ہو کر ادھر ادھر بھاگتے پھر رہے تھے۔ انہیں دشمن دوست کی کوئی تمیز نہ رہی تھی۔ وہ سامنے آنے والے ہر شخص کو پیچھے دھکیلتے، روندتے یا سونڈ میں پکڑ کر اچھال کر مار دیتے۔ دوسری طرف یونانی فوج جو کھلے میدان میں تھی۔ حملہ آور ہاتھیوں کے راستے سے منتشر ہو جاتی۔ جب وہ پسپا ہوتے تو ان کی پشت پر تیروں اور نیزوں سے کاری ضربیں لگائی جاتیں۔ اس طرح ہاتھیوں کے بیچ درمیان میں آنے والے پورس کی فوج ہی زیادہ تباہی کا شکار ہوئی۔ جب ہاتھی تھک ہار گئے اور ان کے حملوں میں شدت نہ رہی تو وہ پیچھے کی طرف ہٹ کر کھینچنے والی جہاز کی طرح بھاگتے ہوئے واپس ہو گئے۔ جس کی جانب پسپا ہوتے ہوئے ان میں کشمکش کی وجہ سے سخت بدنظمی ہو گئی۔ تب سکندر نے اپنے تمام گھڑ سواروں کو شامل اور پیادوں کو اشارہ دیا۔ اپنے مہروں کی ڈھالیں سامنے کر کے ان پر اپنی پوری طاقت سے مختلف حملے کر دیں۔ ہندوستانی شہسوار کئی ٹکڑوں میں تقسیم تھے۔ یہی حالت پیادوں کی ہو گئی کیونکہ مقدونوی فوج ہر طرف سے ان پر دباؤ بڑھا رہی تھی۔ پورس کی فوج کو جس طرف سکندر کے سپاہیوں میں کہیں خلا نظر آتا وہ وہاں بھاگنے کی کوشش کرتی۔ پورس کی فوج کی رہی سہی مزاحمت کو اس وقت شدید دھچکا پہنچا جب دریا کی دوسری طرف سے کرٹیرس نے جہلم عبور کر کے جنگ میں شمولیت اختیار کی۔ کرٹیرس اور وہاں موجود افسروں کے ساتھ رہ گیا تھا۔ سکندر یہ بھی جانتا تھا کہ وہ قریب ہے اور اس کی مدد کے لیے پہنچنے کا مناسب ترین وقت ہے۔ دریا کے کنارے سے آنے والے فوجی تازہ دم تھے۔ انہوں نے شکست خوردہ فوج کے قتل عام میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔"

سکندر اور پورس کے جانی نقصان کے بارے میں مختلف آراء ہیں۔ آرین سکندر کا بہت کم نقصان بتاتا ہے۔ تارن بھی یہی تصویر پیش کرتا ہے، وہ واضح انداز میں بیان کرتا ہے۔ سکندر کے بارے میں تفصیل سے

اسے مغربی مورخ "ٹن" نے یوں واضح کیا ہے۔

"سکندر کے اکثر گھوڑے ذبح کر دیے گئے۔ یہ اتنا بڑا نقصان تھا کہ یونانی فوج رونے اور چیخوں کی طرح بین کرنے لگی۔ ان کی خواہش تھی کہ وہ ہتھیار زمین پر پھینک دیں اور سکندر کا ساتھ چھوڑ کر دشمن فوج سے جا ملیں۔ سکندر نے یہ حال دیکھا تو اس نے ان کے درمیان جا کر ان کا حوصلہ بڑھانے کی کوشش کی وہ خونریزی سے تنگ تھا اور اسے ختم کرنے کا خواہشمند تھا۔"

جورج مین گورڈون نے اپنی کتاب "ہسٹری آف دی جیوز" میں اس منظر کو اس طرح بیان کیا ہے۔

"جنگ نے اتنی طوالت اختیار کر لی کہ سکندر کی فوج کی بڑی تعداد جاں بحق ہو گئی۔ باقی ماندہ فوجیوں نے تنگ ہو کر سکندر سے بغاوت اور پورس سے اظہار یکجہتی کا ارادہ کر لیا"۔

نتیجتاً دونوں اطراف کا اتنا نقصان ہوا تھا کہ یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ کون جیتا ہے اور شکست کس کا مقدر بنی۔

9

جنگ کا اختتام

9

جنگ کا اختتام

باب

9

جنگ کا اختتام

جب پورس لڑائی میں کندھے سمیت جسم کے بعض دیگر حصوں پر شدید زخم آئے تو اس کے مہاوت نے ہاتھی کو میدانِ جنگ سے باہر نکال دیا، یا وہ لڑائی سے فرار ہو گیا تھا؟

آرین لکھتا ہے: "پورس عظیم ایرانی شہنشاہ دارا کی طرح میدانِ جنگ سے بھاگا نہیں بلکہ وہ اس وقت تک جنگ میں مصروف رہا جب تک ہندوستانی سپاہی متحد ہو کر لڑتے رہے لیکن کاری ضربوں نے اسے نڈھال کر دیا تھا۔"

یہ بھی واضح کرتا ہے کہ پورس میدانِ جنگ سے فرار نہیں ہوا اس کی غیر موجودگی میں بھی لڑائی جاری رہی اور اس کی شدت اسی طرح برقرار تھی۔ آرین کے بیان سے واضح ہو جاتا ہے کہ پورس تسلی بخش طور پر مزاحمت نہ کر سکے اور سکندر سے شکست قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھا اس وقت اس کے مہاوت نے ہاتھی کا رخ دوسری جانب موڑ دیا۔ یہ تفصیل اس طرح سے بیان کی جا سکتی ہے۔

سکندر نے مان لیا تھا کہ پورس ایک عظیم جنگجو اور جنگ میں زخمی ہو گیا ہے۔ وہ اس کی زندگی بچانے کی فکر میں تھا اس مقصد کے لیے اس نے پہلے ایک ہندوستانی ٹیکسیلس کو ایلچی بنا کر بھیجا مگر جب ٹیکسیلس ہاتھی پر بیٹھے پورس کے قریب پہنچا وہ دوڑ کر گھوڑا بھگا رہا تھا تاہم اس نے ہاتھی کو روکا اور سکندر کا پیغام

پہنچنا ممکن نہیں تھا دوسری طرف پورس نے دیکھا کہ اس کے قریب پہنچنے والا اس کا پرانا دشمن ٹیکسیلس تھا وہ اس کی طرف مڑا اور لمبے نیزے سے حملے کی تیزی کی تھی قریب تھا وہ اسے ٹھکانے لگا دیتا کہ ٹیکسیلس نے اس کا ارادہ بھانپ لیا اور گھوڑا دوڑاتے ہوئے پورس کی پہنچ سے دور محفوظ مقام کی طرف چلا گیا اس اقدام کے باوجود سکندر کے دل میں راجا پورس کے خلاف عداوت کا جذبہ پیدا نہ ہوا وہ ایک ایلچی کے بعد دوسرا ایلچی بھیجتا چلا گیا۔ آخر میں ایک اور ہندوستانی میروس کی باری آئی سکندر کو پتہ چلا تھا کہ میروس اور پورس آپس میں دوست ہیں۔

جس وقت پورس نے سکندر کا ارسال کردہ پیغام اپنے دوست کی زبانی سنا وہ پیاس سے بے حال تھا اس نے اپنا ہاتھی روکا اور نیچے اتر آیا پانی کے چند گھونٹ بھرنے کے بعد اس کی جان میں جان آئی اس نے میروس سے کہا کہ وہ اسے کسی تاخیر کے بغیر سکندر سے ملانے کا بندوبست کرے جس کے بعد پورس کی یونانی جرنیل سے ملاقات کرائی گئی سکندر کو ہندوستانی فرمانروا کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ اپنی فوج کے گھیرے سے نکلا اور اگلی صف میں آگیا اس کے ساتھ اس کے قریبی کمانڈر بھی تھے تب اس نے اپنے گھوڑے کی لگام کھینچتے ہوئے پورس کی مردانہ وجاہت اور پرکشش جسم کی تعریف کی جو چھ فٹ کے لگ بھگ تھا سکندر کو یہ دیکھ کر حیرانگی ہوئی کہ پورس ان حالات میں بھی پژمردہ اور ڈھال نظر آنے کے بجائے اس طرح آگے بڑھا جیسے ایک بہادر انسان دوسرے بہادر سے ملاقات کرتا ہے بلاشبہ اس نے اپنے ملک کے دفاع کے لئے شاندار جدوجہد اور مزاحمت کی تھی سکندر نے گفتگو میں پہل کرتے ہوئے پورس سے درخواست کی کہ وہ بتائے اس سے کیسا سلوک کیا جائے اس موقع پر پورس کا جواب تاریخی حیثیت اختیار کر گیا اس نے کہا "اے سکندر جیسے ایک بادشاہ کے شایان شان ہو" سکندر اس برجستہ جواب سے بہت خوش ہوا اور جواب دیا " اے پورس میں تم سے وہی سلوک کرنا چاہتا ہوں جو تمہاری اپنی خواہش ہو اور تمہیں اطمینان فراہم کرے" پورس نے کہا کہ اس سے پہلے جو کچھ کہہ دیا ہے وہ اپنے اندر مکمل معنی رکھتا ہے بلا ارادہ وضاحت ضروری نہیں سکندر نے اس حاضر دماغی پر بہت زیادہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے پورس کو نہ صرف ہندوستان کی بادشاہی پر برقرار رکھا بلکہ اس کی اصل سلطنت سے کہیں زیادہ علاقے دینے کا اعلان کیا۔"

اس واقعے سے یہ نکات سامنے آتے ہیں۔

1۔ سکندر اپنے حریف پورس سے رابطے کا شدید خواہش مند تھا اس مقصد کے لئے اس نے پہلے ٹیکسیلس پھر دیگر ایلچی اور آخر میں یہ سوچ کر میروس کو پورس کے پاس بھیجا کہ شاید دوستی کا خیال کرتے ہوئے پورس اس سے ملاقات پر رضامند ہو جائے۔

2۔ پورس خود کسی طرح بھی سکندر سے ملنا نہیں چاہتا تھا۔

3۔ بعد ازاں پرانی دوستی کا واسطہ دیتے ہوئے میروس پورس کو بمشکل راضی کر سکا تاہم اس سلسلے میں سکندر کے خوف یا دھمکی سے متاثر ہونے کا شائبہ تک نہ تھا۔

4۔ میروس کی کامیاب سفارت اور دلائل سے متفق ہو کر جب پورس اس کے ساتھ سکندر کے پاس پہنچا تو بھی وہ سکندر سے زیادہ شاندار پیکر نظر آ رہا تھا۔

5۔ ہندوستانی بادشاہ صدیوں پرانی شہزادوں کی بہادری کی روایت پر ایسے ایک بہادر شخص اپنی سرزمین کا دفاع کرتے ہوئے پوری غیرت مندی کے ساتھ دوسرے بہادر سے ملاقات کرتا ہے۔

6۔ سکندر نے پورس کے ساتھ اچھے تعلقات کی کوششوں کا آغاز کیا اور خود ہی پیشکش کی کہ پورس خود بتائے اس سے کیسا سلوک کیا جائے؟ پورس نے سکندر کو سلام یا سیلوٹ کیا نہ مخصوص امر روایتی علامت کی کوئی یقین دہانی کرائی۔

7۔ ملاقات اور سکندر کے مخاطب ہونے پر پورس نے کوئی عاجزی نہیں دکھائی وہ جنگی قیدی کی طرح گھٹنوں کے بل جھک کر نیاز مندی سے جھکتے ہوئے سکندر کی خدمت میں حاضر ہونے کی بجائے تمکنت آمیز انداز میں ایک حکمران کی طرح بیٹا ایک خود دار انسان کی طرح اس نے بادشاہی سلوک کا مطالبہ کیا اسے اپنی خودمختاری اور شاہی وقار بہر طور عزیز تھا۔

8۔ سکندر نے نہ صرف اسے اس کی سلطنت پر حکومت کرنے کی اجازت دی بلکہ ایک

بہت بڑا علاقہ اس کو قبضے کے طور پر دے دیا۔

یہی بات آرین کی تحریروں سے ثابت ہوتی ہے کہ پورس سے ملاقات میں مکمل سکندر کی اس کی بے بسی کا اظہار کرنے کے بجائے دیگر سے مختلف انداز میں ایک جیسے سے ہوتا ہے دوسری طرف پورس اپنے کی رویئے سے" یہاں یہ مفادتیں مستحکم کرنے چلا گیا آخر کار سکندر نے اس کے برابر دوست کو بات چیت میں معاملات طے کئے۔ ستون کا حسن کی وجہ سے پورس اوتان کی بات ماننا پڑی لیکن اس نے اپنی عزت نفس اور وقار پر ملاقات کے دوران حرف نہ آنے دیا۔ یہی وہ بات تھی جس سے صرف اس کی سلطنت کو برقرار رکھا بلکہ اس میں وسعت بھی ہوگی۔

کیورٹیس جنگ کے اختتام کا منظر یوں بیان کرتا ہے: "سکندر پورس کے تعاقب میں خود جا پہنچا تھا لیکن زخموں سے چور گھوڑا بچے پاؤں پر کھڑا رہ سکا تھا بجائے اس کے سر کے بل" گر کر بچے سوار کو نیچے آرام سے زمین پر اتارا اس طرح گھوڑا تبدیل کرنے سے کامکمل تعاقب میں رکاوٹ ہوا اس دوران سکندر کا بھیجا ہوا ٹیکسیلس کا بھائی پورس کے قریب پہنچا اور اسے سمجھایا کہ وہ اپنی معاملے میں سچائی تک رہے بلکہ سکندر کی اطاعت قبول کرلے ادھر نڈھال پورس نے اپنی قوت مجتمع کرتے ہوئے پیسہ کی آواز میں کہا کہ میں ٹیکسیلس کے بھائی کو بخوبی پہچانتا ہوں جس نے اپنی سلطنت اور تاج بیچ دیا۔ پھر اس نے ایک برچھا تیر پوری طاقت سے ٹیکسیلس کی طرف پھینکا جو اس کی پشت سے گزرتا ہوا چھاتی سے نکل گیا اس سخت فیصلے کے بعد پورس مزید تیزی سے ہاتھی دوڑاتا چلا گیا لیکن ہاتھی خود بے مالک کی طرح زخمی اور تھکا ہوا تھا اس صورتحال میں پورس نے بھی گھوڑوں کی کر کے تعاقب کرنے والے مقدونوی دستوں کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی سکندر کو اچھی طرح معلوم ہو گیا تھا کہ پورس کو رام کرنا آسان نہیں اس نے مزاحمت ترک کرنے والے ہندوستانی لوگوں کے لئے معافی اور دیگر مراعات کا اعلان کر دیا اس دوران مقدونوی سپاہیوں نے پورس اور اس کے تو بچنے والے کو بیٹوں کی لاشوں کے ساتھ چاروں سمت سے گھیر لیا جب پورس کو معلوم ہو گیا کہ وہ مزید مزاحمت نہیں کر سکے گا تو اس نے اپنے شاہی ہاتھی سے نیچے اترنا شروع کر دیا ہے عینی شاہد نے دیکھا کہ بادشاہ ہاتھی سے نیچے اتر رہا ہے تو اس نے معمول کے مطابق اسے زمین پر گھٹنوں کے بل بٹھا دیا یہ دیکھ کر باقی ہاتھی

بھی پیچھے ہٹ گئے کیونکہ انہیں تربیت دی گئی تھی کہ جیسے ہی شاہی ہاتھی رن سے پیچھے ہٹے باقی ہاتھی بھی ایسا ہی کریں۔ ان حالات میں پورس اور اس کے لشکر مکمل طور پر یونانی سپاہیوں کے گھیرے میں آ گئے۔

سکندر کو یہ گمان گزرا کہ پورس لڑائی میں مر گیا ہے اس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ ہندوستانی فرمانروا کی لاش کو پورے احترام سے دفنایا جائے ایک آدمی پورس کی جانب بڑھا تاکہ اس کے جسم سے زرہ اور دیگر آہنی ہتھیار اتارے۔ پورس کے ہاتھی نے خطرہ محسوس کرتے ہوئے تب بہت وفاداری کا ثبوت دیا اس نے فوراً پورس کو سونڈ میں اٹھا کر دوبارہ اپنی پشت پر سوار کر لیا اس عمل پر ہاتھی پر چاروں طرف سے نیزوں اور تیروں کی بارش کی گئی جس سے اس کی موت واقع ہو گئی اس کے بعد پورس کو ایک اور گاڑی میں بٹھایا گیا۔

سکندر اس کے قریب گیا اور پورس سے "تمہیں کس لئے" وہ وقت بہ غصّے بھی کر رعونت کے لہجے کے ساتھ بولا "کس بلا نے کس مصیبت نے کس پاگل پن نے تمہیں میرے مقابلے پر اترنے پر مجبور کیا؟ کس نے تمہیں میرے بارے میں گمراہ کرنے کی کوشش کی حالانکہ ٹیکسلا نے بتا دیا تھا کہ میں اطاعت کرنے والوں سے اچھا سلوک کرتا ہوں"

پورس نے جواب دیا "اے سکندر تم نے ایک سوال پوچھا ہے میں اس کا جواب اسی آزادی سے دوں گا جس آزادی سے تم نے سوال دریافت کیا۔

"اے سکندر میرا خیال تھا کہ دنیا میں کوئی مجھ سے زیادہ بہادر نہیں مجھے اپنی طاقت کا اندازہ ضرور تھا لیکن میں نے اسے آزمایا نہیں تھا جنگ نے مجھے سبق دیا ہے کہ تم مجھ سے زیادہ بہادر ہو اور جیت تم سے پیچھے رہنے کے بعد بھی میں خود کو بڑی خوش قسمت سمجھتا ہوں"

سکندر نے دریافت کیا "تم مجھ سے کیسے سلوک کی امید رکھتے ہو"

پورس نے جواب دیا "اس دن نے مجھے ایک سبق دیا ہے اس دن (لڑائی) میں تم نے دیکھا کہ خوشحالی کو کیسے بدحالی میں تبدیل کیا جا سکتا ہے"

یہ دلائل دینے کے بعد پورس نے سکندر کے دل میں بڑی جگہ حاصل کر لی سکندر اس کی جرأت مندی سے بہت متاثر ہوا جو کہ خوف اور دہشت میں بھی ختم نہیں کی جا سکی تھی۔ اس نے پورس سے مزید ہمدردی رکھتے

کا ارادہ کیا اور حکم دیا کہ زخمی بادشاہ کے زخموں کا انتہائی احتیاط سے علاج کیا جائے وہ اس سے اس طرح سلوک کر رہا تھا جیسے پورس اس کی وفاداری میں لڑتے ہوئے زخمی ہوا ہو۔ پورس کی حالت سنبھلی تو اس نے اسے اپنے گنے چنے دوستوں میں شامل کر لیا اور کچھ عرصے بعد پورس کو اس کی اصل سلطنت سے بھی بڑی سلطنت کا تحفہ پیش کیا۔

کیورٹیس اور آرین کے بیانات میں کئی اہم تضاد پائے جاتے ہیں۔

1۔ کیورٹیس کے مطابق جب پورس میدان جنگ میں زخمی ہونے کے بعد باہر نکلا تو سکندر نے خود اس کا تعاقب کرنے کی ٹھان لی تاہم گھوڑا زخمی ہونے کے باعث وہ پیچھا نہ کر سکا آرین نے ایسی کوئی تفصیل نہیں بیان کی۔

2۔ کیورٹیس کہتا ہے کہ پورس کے تعاقب سے پہلے سکندر نے ٹیکسلیس کے بھائی کو اس کے پاس بھیجا جس نے پورس کو اطاعت کے لئے کہا تاہم پورس نے غصے میں اس کی طرف نیزہ پھینکا اور اسے جسمانی نقصان پہنچایا۔ آرین اس نکتے پر خاموش ہے اور اس کے بجائے کہتا ہے کہ سکندر نے ٹیکسلیس کو خود پورس کے پاس پیغام دے کر بھیجا جہاں پورس نے اس پر تیر پھینکا لیکن وہ بچ کر بھاگ نکلا۔

3۔ کیورٹیس لکھتا ہے کہ ٹیکسلیس کے بھائی کی موت پر یونانی فوج پوری شدت سے ہندوستانی لشکر پر ٹوٹ پڑی اور سکندر نے حکم دیا کہ مزاحمت کرنے والے کسی سپاہی کو ہرگز نہ بخشا جائے اس صورتحال سے ہندوستانی سپاہ کو سخت نقصان پہنچا خود پورس بھی شدید زخمی ہو گیا یہاں تک کہ اس کی موت کی خبر پھیل گئی جس کے بعد مہاوت نے اس کے ہاتھی کو نیچے بٹھا دیا اور دیگر ہاتھیوں نے اس کی تقلید کی سکندر نے اپنے دشمن پورس کی لاش دفنانے کا حکم دیا لیکن یونانی سپاہی جیسے ہی اس کی زرہ اور ہتھیار اتارنے کو بڑھے وفادار ہاتھی نے ان پر حملہ کر دیا اور زخمی پورس کو سونڈ کے ساتھ پھر سے پیٹھ پر سوار کر لیا مشتعل یونانیوں نے اس صورتحال پر زبردست تیر اندازی کر کے ہاتھی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پورس کو نیچے اتار کر ایک اور گاڑی پر سوار کر دیا گیا۔

آرین اس واقعے کو دوسری طرح بیان کرتا ہے وہ کہتا ہے "کئی سفارتی مشنوں کی ناکامی کے بعد سکندر نے بالآخر پورس کے پاس اس کا دیرینہ دوست میروس بھیجا اور جب پورس دوستی کی وجہ سے مجبور ہو کر سکندر کے پاس پہنچا تو گفتگو کرنے میں مقدونوی جرنیل نے پہل کی۔"

۹۔ کیورٹیس سکندر پورس ملاقات کی جو تفصیل بتاتا ہے وہ آرین سے قطعی مختلف ہے۔

ان تمام اختلافی نکات کے باوجود دونوں مورخ بعض متفقہ نتیجوں پر بھی پہنچے ہیں آرین اور کیورٹیس کا کہنا ہے کہ پورس کا ہاتھی پر میدان جنگ سے نکلنا لڑائی کا اختتام نہیں تھا بلکہ دونوں فوجیں بدستور متصادم رہیں دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ پورس آخری لمحے تک سکندر کے مقابلے میں مزاحمت کرتا رہا سکندر نے اس سے اچھا سلوک کرتے ہوئے اسے دوست بنایا اور آخرکار کئی دیگر علاقے اس کی سلطنت میں شامل کردیے۔

ستار مورخ ڈایوڈورس کا جو نکتہ نظر ہے وہ کئی پہلوؤں سے کیورٹیس سے مختلف اور اہم ہے وہ لکھتا ہے "پورس بجائی دلیری اور جرات مندی سے لڑا لیکن زیادہ زخموں کے باعث خون بڑی مقدار میں بہنے سے وہ سخت نقاہت محسوس کرنے لگا جس کے بعد وہ کچھ آرام کے لئے ہاتھی پر چڑھ گیا اور ادھر پھیل گئی کہ بادشاہ مر گیا ہے اس صورتحال میں کئی ہندوستانی سپاہی میدان سے بھاگ نکلے جب کہ کئی تہ تیغ کر دیے گئے اس عظیم الشان فتح پر سکندر نے کامیابی کے نقارے بجا کر اپنے فوجیوں کو اپنی جانب متوجہ کیا زخمی پورس کو بھی علاج کیلئے ہندوستانی فوج کے حوالے کر دیا گیا شفایاب ہونے کے بعد پورس کو اس کی سلطنت پر پھر سے حکومت کرنے کی اجازت دے دی گئی"

اس تبصرے میں کہیں یہ تاثر نہیں ملتا کہ پورس ہاتھی پر میدان جنگ سے فرار ہو گیا یا اس کا سکندر، ٹیکسلس کے بھائی یا میروس نے تعاقب کیا اور اطاعت گزاری پر اسے راضی کرنے کی کوششیں کیں یہاں سکندر اور پورس کے معاہدے کا بھی کوئی ذکر نہیں کیا گیا ہاں یہ ضرور بتایا گیا ہے کہ پورس کے مرنے کی خبر میدان جنگ میں تیزی سے پھیل گئی جس پر بہت سے کئی فوجی بھاگ کھڑے ہوئے، کئی فوجی قتل کر دیے گئے پھر یہ انکشاف کیا جاتا ہے کہ پورس ابھی زندہ تھا اور اسے علاج کے لئے ہندوستانی فوج کے حوالے کر دیا گیا۔

پورس سکندر کے پاس کیسے گیا؟

اس سوال کا جواب نہیں دیا گیا تاہم باقاعدہ تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ لڑائی کے بعد 9 ہزار سپاہی قیدی بنا لئے گئے اور 80 ہاتھی پکڑے گئے۔ پتہ ملتا ہے کہ پورس کو بھی قیدی بنایا گیا لیکن بعد میں اسے اس کی اپنی فوج کے حوالے کر دیا گیا۔ ڈایوڈورس اس کی سلطنت میں اضافے کی کوئی بات نہیں کرتا یوں بنیادی طور پر اس کا موقف آرین اور کیورٹیس سے کافی مختلف ہو جاتا ہے۔

ایک اور تاریخ دان پلوٹارک جنگ کے خاتمے کی بابت لکھتا ہے۔

"جب پورس کو قیدی بنا لیا گیا سکندر نے اس سے پوچھا تم سے کیسے سلوک کیا جائے؟ پورس نے جواب دیا 'جیسے ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ سے کرتا ہے' سکندر نے مزید دریافت کیا تمہاری کوئی خواہش یا درخواست ہے؟ پورس نے کہا ''سب کچھ'' یہ جواب صاف ظاہر کرتا ہے وہ ایک بادشاہ کی زبان بول رہا تھا اس کے بعد سکندر نے نہ صرف پورس کو اس کی بادشاہت پر بحال کر دیا بلکہ اسے شاہی خطاب 'ستراپ' (وائسرائے) بھی عطا کر دیا۔ علاوہ ازیں اس کی سلطنت میں نیا علاقہ شامل کر دیا گیا اس تمام علاقے کے لوگوں کو پورس کا مطیع بنایا گیا"

پلوٹارک جو بیشتر پہلوؤں پر ڈایوڈورس اور دیگر مورخوں سے کسی حد تک اتفاق کرتا ہے بعض نکات پر اس کا آرین سے اتفاق ہے۔ ڈایوڈورس کی طرح وہ تسلیم کرتا ہے کہ پورس کو قیدی بنایا گیا اور آرین کی طرح اس کا اصرار ہے کہ پورس سے قیدی کے بجائے ایک بادشاہ کی طرح سلوک کیا گیا۔

ایک قیدی سے بادشاہ جیسا سلوک کیسے ہو سکتا ہے؟

یہ بات پلوٹارک کے لئے زیادہ اہم نہیں اس کا یہ کہنا ہے کہ پورس کو یونانی جرنیل نے "ستراپ" مقرر کیا۔ باقی تمام مورخوں کے بیان میں یہ بات شامل نہیں جن کا صرف یہ موقف ہے کہ پورس کو اس کی سلطنت واپس کر دی گئی۔

اب ہم ایک اور روایت جسٹن کی بتائی گئی داستان کا ذکر کریں گے۔ وہ لکھتا ہے۔

"پورس دوسری بار زخموں سے نڈھال ہونے کے بعد قیدی بنایا گیا وہ اپنی شکست سے اس قدر دلبرداشتہ تھا کہ جب سے فاتح فوج کی جانب سے ایک مکان میں بند کیا گیا تو اس نے نہ کھانے پینے کی خواہش کا اظہار کیا نہ علاج کی اجازت دی۔ شاید وہ زندگی کی بھی زیادہ خواہش نہیں رکھتا تھا سکندر نے اس کی بہادری کا احترام کرتے ہوئے اس کی جان بخشی کی اور اس کی بادشاہی بحال کر دی۔"

یہاں یہ تاثر ملتا ہے کہ قیدی بننے کے بعد راجا پورس نے "ستیہ گرہ" (بھوک ہڑتال) کر دی اور کسی قسم کی خوراک اور دوائی لینے سے انکار کر دیا بار بار اصرار کے بعد سکندر کے دل میں اس کی بہادری اور خودداری کے اعتراف کا جذبہ بیدار ہوا اور اس نے پورس کی جان بخشی کرتے ہوئے اس کی خود مختاری بحال کر دی جہاں ہتھیار کامیابی حاصل نہ کر سکے وہاں بھوک ہڑتال نے جادو کا کام کر دکھایا اس طرح عدم تشدد اور عدم ہتھیاروں کی شاندار مثال قائم ہوئی۔

اس تمام بحث سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ پانچ مغربی مورخ حضرات نے سکندر اور پورس کے درمیان جنگ کا واقعہ لکھا ہے جنگ کے ہونے کے کسی بنیادی نکتے پر مکمل متفق نہیں ان کے بیانات متضاد اور مختلف ہیں یہ سب قاری کے ذہن کو اس طرح الجھا کر رکھ دیتے ہیں کہ بعض پہلوؤں پر ان کی تنقید کا صیغہ بھی بگڑ ہو گیا ہے حتیٰ کہ وہ سکندر کے زیر اثر رہتے ہوئے پورس کی بہادری کا اعتراف قرار دیتے ہیں لیکن ایسا کرتے وہ سکندر کی عظمت کا اظہار کرتے ہیں جو ان کے ماضی کے رویے سے بخوبی بھی جانی جا سکتی ہے حقیقت یہ ہے کہ سکندر ایک تند مزاج انسان تھا وہ بھول جاتے ہیں کہ سکندر نے یونانی [illegible] میں ایک مقدمے کے دوران بسوس کو کوڑے لگوائے۔ اس کے ناک کان کٹوائے اور پھر پھانسی دے دی۔ اس نے اپنی دایہ کے بھائی اور گرانیکوس کی جنگ میں جان بچانے والے اپنے محسن کلیتوس کو اس لیے نیزے سے چھلنی کر دیا کہ اس نے ایک بار اس کے باپ فلپ کی تعریف کی تھی سازش کی ایک مبہم اطلاع پر اس نے اپنے معتمد جرنیل پرمینیان اور اس کے بیٹے کو ہلاک کر دیا۔ ایک اور جرنیل کالستھنیز جو اس کے استاد ارسطو کا بھتیجا تھا کو اس لیے قید کر دیا کہ اس نے مشرقی اطوار اختیار کرنے پر ایک بار اس پر طنز کیا تھا۔ اس نے مساگا سے لائے گئے قیدیوں کا جان بخشی کے وعدے کے باوجود قتل عام کیا۔ اس دوران میں [illegible] کا [illegible]

ہے کہ "یہ واقعہ اس کی عسکری زندگی پر بدنما دھبہ ہے"

زیریں پنجاب اور سندھ میں پیش قدمی کے دوران اس نے کئی معصوم مردوں، عورتوں اور بچوں کو قتل کرا دیا۔ مثلاً جیسے شکست یافتہ دشمنوں کے کئی شہر جن میں پرسی پولس مشہور تھا جلا کر راکھ کر دیا۔ ہمارے مورخوں کو سوچنا چاہئے تھا کہ مسگا کے باشندے ملتان کے مالوے بھی اسی طرح مضبوط اور جفاکش ہیں جس طرح پورس کے سپاہی۔ لہٰذا اگر جسمانی ساخت اور حب الوطنی کے جذبات ہی سکندر کی آنکھ میں قدردانی حاصل کرتے ہیں تو راجہ پورس کی طرح ان لوگوں کو کوئی رعایت کیوں نہیں دی گئی اور انہیں سکندر نے اپنی دوستی کے قابل کیوں نہیں سمجھا؟

حقیقت یہ ہے کہ تاریخ میں کوئی فاتح مفتوح قوم سے رحمدلی اتنی زیادہ کرتا نہیں پایا گیا اور یہاں تو معاملہ اس سے بھی بڑھ کر ہے یعنی سکندر نے نہ صرف پورس کو معاف کر دیا، اس کی سلطنت بحال کی بلکہ اپنے فتح کئے کئی دیگر علاقے اسے "تحفتاً" دے دیئے۔ یہ حقائق قابل قبول نہیں بلکہ سراسر من گھڑت دکھائی دیتے ہیں۔

ایشیائی اور ایرانی روایتیں بھی جنگ جہلم کے آخری حصے پر کچھ روشنی ڈالتی ہیں جیسی (احمد یال) عہد نامے "سیدوالا سکندر" میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح سکندر کے گھوڑوں کو تہ تیغ کرنے سے یونانی فوج میں مایوسی اور لاچاری پھیل گئی یہاں تک کہ وہ رونے اور کتوں کی طرح آوازیں نکالنے لگے۔ بے کسی بے بسی اس کثرت تک پہنچ گئی کہ وہ سکندر کو جبراً دشمن راجہ پورس کی فوج میں شمولیت کا سوچنے لگے

"سکندر نے جب یہ سب دیکھا تو اپنے سپاہیوں کے دستے میں آن نظر ہوا وہ خود بھی ذہنی ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا اور چاہتا تھا کہ لڑائی کسی صورت میں ختم ہو جائے حتیٰ کہ اس نے فوجیوں کو جنگ روکنے کا حکم جاری کر دیا اور تیز رفتار میں چلاتے ہوئے کہا "اے پورس! شہنشاہِ ہند، مجھے معاف کر دو مجھے تمہاری بے پناہ قوت اور طاقت کا بخوبی اندازہ ہو چکا ہے علاوہ ازیں تمہاری محنت کا یہ بھی مجھے سخت متاثر کیا ہے مجھ اور شکست خوردہ ہے مجھے اپنی تھکن کا احساس ہے معلوم نہیں ہم کہاں آ کر کھڑے ہو رہے ہیں اب۔ اگرچہ میں خود اپنی زندگی ختم کرنے کی کیفیت سے دوچار ہوں تاہم میں اپنے سپاہیوں کو اس پر مجبور نہیں کرنا چاہتا کیونکہ

یونانی جوانوں کو ایسے حالات کا شکار کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں اور ایک بادشاہ کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ وفادار فوج کی جان کی قیمت پر اپنی زندگی بچائے۔ آؤ ہم دونوں اپنی فوجوں کو لڑائی بند کرنے کا حکم دے کر خود مقابلہ کر لیں۔"

جوزف بن گوریان نے اپنی تصنیف "تاریخ یہود"* میں بھی یہ معلومات فراہم کی ہیں۔

"اور جب سکندر کو اپنی فوج کی بددلی کا علم ہوا تو اس نے شاہ ہند کو ایک پیغام بھیجا جس میں کہا گیا تھا" مہاراجہ پورس ہم دونوں کے درمیان لڑائی طول اختیار کر گئی ہے اور ہمارے لشکر جانی تباہی کا شکار ہو چکے ہیں آؤ فوجوں کو پیچھے ہٹا کر اپنی تلوار سے دونوں جنگ کا فیصلہ کر لیں"

فردوسی نے شاہنامہ میں لکھا ہے کہ جب لڑائی کی شدت انتہائی حد تک پہنچ گئی تو سکندر نے پورس کو یوں مخاطب کیا۔

اے عظیم انسان!
ہم دونوں کی فوجیں دل سے تھک ہار گئی ہیں
جنگلی درندے (ہاتھی) انسانی ہڈیاں چبا رہے ہیں
گھوڑوں کے پاؤں سپاہیوں کی ہڈیاں توڑ رہے ہیں
ہم دونوں ہیرو دلیر اور جوان
دونوں ذہین ہیں ہم پیالہ و ہم دست
تو پھر سپاہیوں کا قتل عام کیوں؟

یا

پھر لڑائی کے بعد اپنی زندگی کس کام کی۔

یہ تفصیلات ظاہر کرتی ہیں کہ سکندر کی فوج کا بہت زیادہ نقصان ہوا اور اسے لڑائی سے ہاتھ کھینچنے کی ضر

---

* History of the Jews, Joseph Ben Gorian

اختیار کرنا پڑی۔ ممتاز مورخ تارن نے بھی ان قدیم روایتوں کو درست قرار دیا ہے اس کا کہنا ہے کہ یونانی مورخوں نے سکندر کے نقصانات چھپانے کی کوشش کی ہے۔ ان قدیم عہد ناموں کی صحت اس وقت ابھار پیدا کر دیتی ہے جب ان میں سکندر اور پورس کے درمیان دست بدست لڑائی اور ہندوستان راجہ کی ان میں موت کا ذکر کیا جاتا ہے ہمیں معلوم ہے کہ جنگ میں راجہ پورس کے دو ہم نام بیٹے شریک تھے ممکن ہے کہ ایک بیٹے کی موت نے دوسرے بڑے بیٹے کو سکندر سے لڑنے کی ترغیب دی ہو اور وہ مقابلے میں مارا گیا ہو اگر ایسا ہے تو پھر مجموعی طور پر بیان کی گئی تفصیلات میں کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا کیونکہ ان میں سکندر کے جنگ ترک کرنے اور پورس سے مذاکرات کی تفصیل آرین کی تحقیق سے حق بجانب انہیں بالکل رد نہیں کیا جا سکتا۔

ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ دونوں فوجیں جہلم کے میدان میں آٹھ گھنٹے تک برسر پیکار رہیں اور لڑائی میں تیزی کا عنصر نمایاں تھا۔ اور پلوٹارک بیان کرتا ہے کہ "لڑائی نے مقدونوی فوج کے حوصلے پست کر دیے۔" سکندر صلح کا خواہش مند ہوا اور اس نے امن مذاکرات کے لئے کئی ایلچی مد مقابل ہندوستانی بادشاہ کی خدمت میں بھیجے۔ پورس تسلیمی طور پر حملہ آور یونانیوں سے بات چیت پر آمادہ نہیں تھا اور سکندر کو "ہاں" کہنے سے گریزاں دکھائی پڑتا ہے اس کے باوجود کہ سکندر کی شہسوار فوج ناقابل تسخیر تھی، اس کے باوجود کہ بارش اور پانی نے میدان جنگ کو دلدل بنا دیا تھا جس سے اس کی بھاری بھرکم رتھوں کی نقل و حرکت تقریباً ناممکن ہو گئی تھی، اس کے باوجود کہ کیچڑ میں اس کے سپاہیوں کو خصوصی بنی کمانیں زمین پر رکھ کر مہلک تیر پھینکنے میں دشواری پیش آ رہی تھی اس کی ذہنی کشمکش اس وقت ختم ہو گئی جب اس کے دیرینہ دوست میروس کو مصالحت کے لئے میدان میں اتارا گیا۔ پورس کے پاس اب کوئی چارہ نہ تھا جس کے بعد اس کے رویے میں لچک آ گئی اور وہ سکندر کے پاس جانے کی بات مان گیا۔

میروس اور پورس میں کیا گفتگو ہوئی؟

مورخ یہ بیان کرنے سے قاصر ہیں لیکن تجزیہ کیا جائے تو یہ خیال ظاہر کیا جا سکتا ہے کہ میروس نے پورس کو دلائل دیے ہوں گے کہ وہ اپنی طاقت یہاں ضائع کرنے کی بجائے ان سرکش پنجابی قبائل اور

خاندانوں کے خلاف استعمال کرے جو تا حال آمادہ بغاوت تھے اس طرح اس کی حکومت چناب اور دریائے بیاس کے شمال مغربی علاقے تک مستحکم ہو چکی ہے۔

ان حالات میں ہم نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ جنگ جہلم کا اختتام پورس اور سکندر کے درمیان معاہدہ امن پر ہوا جس کے نکات میں پورس کے شاہی اعزاز اور وقار کا تحفظ، سکندر کے مفتوحہ علاقوں کی پورس حکومت میں شمولیت، دونوں فرمانرواؤں کی پنجاب کی خودمختاری قبول پر لشکر کشی اور مگدھ کی طرف مشترکہ پیش قدمی پر اتفاق شامل ہیں یہ معاہدہ اس وقت طے پایا جب جنگ ابھی جاری تھی اور دونوں اطراف کا بہت نقصان ہو رہا تھا۔ حقائق سے یونانی مورخوں کی جانبداری کا پردہ بھی چاک ہو جاتا ہے جو لکھتے ہیں کہ سکندر نے پورس کی بہادری کا اعتراف کرتے ہوئے اس سے رحم دلی اور فراخدلی اختیار کی تاہم جو بیانات کئے گئے ہیں ان کے تجزیے سے اس بات میں کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ بات چیت میں پہل سکندر کی جانب سے ہوئی تھی کہ پورس کے تیز رفتار جارحانہ رویے نے بھی سکندر کو امن مذاکرات کی کوششوں پر مجبور کر دیا یہ سب کچھ محض "رحم دلی" کے جذبے کے تحت نہیں ہو سکتا یقیناً سکندر کو خدشہ تھا اگر اس نے صلح کا ہاتھ نہ بڑھایا تو ہندوستانی فوج کے ہاتھوں اسے مزید نقصان سہنا پڑے گا جس پر اس کی فوج تیار نہ تھی اور سپاہیوں میں مسلسل پست حوصلگی پھیل رہی تھی۔ جس وقت اگرچہ پورس کا بہادر ہاتھی کو میدان جنگ سے باہر لے جایا گیا تھا تاہم اس کے لڑنے کی شدت پر کوئی اثر نہیں پڑا اور سپاہی اپنی جارحانہ حکمت عملی بدستور جاری رکھے ہوئے تھے۔ نہیں پتہ بادشاہ کی جانب سے کوئی حکم نہیں ملا تھا یہی وہ صورتحال تھی جس کی بنا پر پورس امن کی پیشکش مسترد کرتا تھا اسے بنا پچھاڑے ہی نظر آ رہا تھا اور اس کے حوصلے جوان تھے لیکن اس دوران اس کا دوست منظر نامے پر ظاہر ہوتا ہے اور وہ بعض نامعلوم دلائل سے سکندر کی جانب صلح کا ہاتھ بڑھانے پر رضامند کر لیتا ہے اس طرح دونوں بہادر جرنیل تباہ کن جنگ کا راستہ ترک کر کے امن کی طرف قدم بڑھاتے ہیں تاکہ ہولناک تباہی کی مزید شدت سے بچا جا سکے۔

سکندر اس لحاظ سے فتح یاب تصور کیا جا سکتا ہے کہ اس نے پورس کو اپنے نقطہ نظر سے اتفاق کرنے پر مجبور کر

لیا اس طرح دریائے جہلم سے تامرادوابھی کے بجائے اس نے دریائے بیاس کے اطراف سے زیریں سندھ تک پیش قدمی اور وہیں سے اپنے شہر بابل کو واپسی کی راہ ہموار کرلی۔ پورس اس لحاظ سے فاتح ہے کہ اس نے اطاعت گزاری کی جگہ برابری کی بنیاد پر معاہدہ کیا اور نہ صرف اپنی سلطنت پورے شاہی وقار کے ساتھ برقرار رکھی بلکہ اس میں کچھ توسیع کرلی۔ سکندر نے بھی شاطر جرنیل کی طرح محض پورس کی سلطنت تک خود کو محدود کرنے کی بجائے اس کی ہمنوائی میں پنجاب کے دیگر علاقوں کو زیرنگین کرکے دونوں نے اپنی جگہ کامیاب حکمت عملی اختیار کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یونانی تاریخ تصورات کے باوجود مقبول عام رہی جبکہ ہندوستانی حقائق اختلافات و عدم حفاظت کی نذر ہو گئے۔

10

پنجاب کی فتح

10

پنجاب کی فتح

جب دو مختلف قوموں کا ٹکراؤ ہوتا ہے تو اس میں جنگ کا ہونا ہے۔

پچھلے ابواب میں ہم نے جو تاریخ بیان کی ہے وہ مختلف النوع تصورات، خیالات سے رنگین ہے۔ ہر تحریر پہ کچھ ہاتھ نظر کو درست قرار دینے کی کوشش سے عبارت ہے تاہم جھوٹ میں ہمیشہ تناقض ہوتے ہیں جو ذرا سا غور کرنے پر عیاں ہو جاتے ہیں اور پتہ چل جاتا ہے کہ بعض باتیں غلط طور پر اصل حقائق سے جوڑنے کی بچگانہ کوشش کی گئی ہے۔

یہی حال جنگ جہلم سے متعلق یونانی تحریروں اور موقف کا ہے۔ ان تصانیف میں تضاد، ٹکراؤ اور بے قاعدگی اس حد تک ہے کہ وہ بعض رستی حقائق کو مسخ کرنے کے لیے گھڑی گئی ہیں۔ بغور تجزیہ کرنے پر ادھر ادھر سے سچائی کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ اور واضح ہو جاتا ہے کہ حقائق ایسے ہرگز نہیں جیسے ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

صاف ظاہر ہے سکندر اور پورس کے درمیان خونریز لڑائی بے نتیجہ (ڈرا) رہی۔ دشمن رہنے کے بجائے وہ دوست بن گئے اور بذریعہ السیف پنجاب کو زیر کرنے کی مشترکہ حکمت عملی طے کر لی۔

پورس کی ریاست میں تیس روز قیام کے بعد سکندر نے گلاؤ گنیکوئی قبائل (یقیناً یہ گلاؤ گنیاسے گلاؤ کی

لڑ رہے تھے) کے خلاف لشکر کشی کی اور ان کے 73 شہروں پر قبضہ کر لیا۔ سب سے چھوٹے شہر کی آبادی پانچ ہزار رہائشیوں سے کم نہ تھی جبکہ اکثر شہر دس ہزار سے زیادہ آبادی پر مشتمل تھے۔ یہ تمام علاقے فتح کرنے کے بعد سکندر نے اپنے دوست راجا پورس کی عملداری میں دے دیے۔ اس موقع پر ابھیسارس نے اس کے عزائم بھانپ لیے۔ اس نے چاپلوسی اور اطاعت کی حکمت اختیار کرتے ہوئے اپنے بھائی کی کمان میں چالیس ہاتھی سکندر کی خدمت میں بھیجے۔

تاہم سکندر نے اسے حکم دیا کہ وہ ذاتی طور پر پیش ہو اور حاضری میں کوئی تاخیر نہیں ہونا چاہیے۔ سکندر نے اسے خبردار کیا کہ اگر وہ حاضر نہ ہوا تو وہ اپنی فوج کے ساتھ خود آ جائے گا۔ تب یہ ملاقات ابھیسارس کے لیے زیادہ خوشگوار نہیں ثابت ہو گی۔

کیورٹیس لکھتا ہے کہ ملاقات کے لیے راجا ابھیسارس نے بھی اپنی سلطنت کی بحالی، عزت، وقار اور مقام کی شرط رکھنے کی کوشش کی (پورس کی طرح) لیکن سکندر نے واضح کیا کہ اگر ابھیسارس نے ٹال مٹول کی پالیسی برقرار رکھی تو وہ خود پہنچ جائے گا۔ یہاں ڈایوڈورس اضافہ کرتا ہے "سکندر نے ابھیسارس کو دہشت زدہ کر دیا اور حکم دیا کہ وہ ایسا ہی کرے جیسے وہ کہتا ہے"۔

اس دوران چناب اور راوی کے دوآبے میں حکمرانی کرنے والے پورس کے ہمنام بھتیجے پورس جونیئر کے ایلچی سکندر کے پاس آئے لیکن اس کا چچا پہلے ہی سکندر کے پاس موجود تھا۔ ایسی صورتحال میں اس کی سکندر نوازی کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

یہاں سکندر سے دریافت ہوا پورس جونیئر اپنے رقیب چچا پورس اعظم کے خوف سے اپنی سلطنت سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس نے اپنے ساتھ فوج کی کثیر تعداد بھی لے لی تاکہ اسے کسی وقت میں استعمال کیا جا سکے۔

آرین بیان کرتا ہے کہ سکندر نے اسے سخت مشکل میں ڈال دیا لیکن بہرحال وہ گنداروں کی سلطنت میں جا کر چھپ گیا اور سکندر اور پورس کی پہنچ سے دور ہو گیا۔ پورس اعظم دریائے چناب تک سکندر کی فوج کے ساتھ رہا اور وہاں پہنچ کر سکندر نے اسے کہا کہ وہ واپس لوٹ جائے اور بہادر ہندوستانیوں پر مشتمل ہاتھی

بردار فوج جمع کرے اور دوبارہ واپس آ جائے۔ دریا پار کرنے سے پہلے سکندر دریائے جہلم* سے 30، کچھ زائد میل اوپر پہاڑی گھاٹیوں سے گزرا۔

غالب خیال ہے کہ اس کی فوج سیالکوٹ اور گوجرانوالہ سے ملحقہ ریاست کشمیر کی سرحد کے پاس سے گزری۔ آرین کی تحقیق ہے کہ سکندر جہاں جہاں سے گزرا اس نے مناسب ترین مقامات پر چھاؤنیاں قائم کیں تاکہ اس کے جرنیل کراتروس (جو پورس کے دارالحکومت میں مقیم تھا) اور کوئنوس (جس کا پڑاؤ دریائے چناب پر تھا) آس پاس علاقوں کو فتح کریں تو انہیں سہولت رہے۔ دوسرے یہ کہ وہ سکندر سے زیادہ دور نہ ہوں اور کمک لا کر پیچھے سے اس سے آ ملیں۔

اس کے بعد اس نے کوئنوس اور ہیفسٹین کی قیادت میں تو بنا دو ڈویژن فوج پورس جونیئر سے نمٹنے کے لئے بھیجی جس کے ساتھ شہسوار دستے کی ایک رجمنٹ اور تیر اندازوں کی نصف یونٹ بھی تھی۔ ہیفاسٹین نے جب پورس جونیئر کو اپنی سلطنت پورس اعظم کے سپرد کرنے کا حکم دیا تو وہ اپنی تمام افواج کے ساتھ دریائے راوی (ہائیڈرواٹس) کے قبائلی علاقے کی طرف بھاگ گیا۔ اس طرح پورس اعظم جہلم اور راوی کے درمیانی تمام علاقے کا مختار کل بن گیا۔

دریائے راوی کے بائیں کنارے اور سطح مرتفع (موجودہ آرات اور دوسرے قبائل) قبیلے سے اطاعت قبول کرتے ہوئے سانگلہ شہر پہاڑ سکندر کے حوالے کر دیا تاہم کاٹھیان (موجودہ کاٹھ لوگ) نے اپنے مضبوط گڑھ سانگلہ پر مقدونوی فوج کا عمل جنگ ہنر استعمال کیا۔ دریا پار کرنے کے تیسرے روز سکندر نے سانگلہ کی طرف پیش قدمی کی جہاں کاٹھ قبائل اپنے اتحادیوں کے ساتھ بیل گاڑیوں اور جنگی تیروں کی فصیل کے پیچھے مورچہ زن تھے۔ ان کے باقی طرف میں پہاڑیاں تھیں جس سے ان کی پوزیشن کافی مستحکم ہو گئی۔ سکندر کے تیر چلانے نے تیز حملہ کیا لیکن کاٹھوں نے کس شدت سے جوابی کارروائی کرکے انہیں پسپا کر دیا۔ سکندر نے اس صورتحال میں ہلکے ہتھیاروں سے لیس دستے (فالانکس) کو پیش قدمی کا حکم دیا جس نے تیزی سے حملہ کرکے گاڑیوں پر سوار جنگی قطار کا صفایا کر دیا۔

---

* گجرات اور [illegible] کے درمیان جس مقام سے سکندر نے چناب پار کیا اس جگہ سے قریب انگریزوں کے دور میں سکندر کے نام سے سکندر پور تعمیر ہوا گیا جو اب بھی موجود ہے (مترجم)

کاتھے اس عمل سے قطعی خوفزدہ ہوئے بغیر دوسری صف میں منظم ہو گئے اور بہت آسانی سے فالینکس کو بھی منہ موڑ دیا۔ یہاں یونانی توپخانے نے اپنا فائر ختم کر کے پچھلی صف کی بیل گاڑیوں میں موجود خلاء سے فائدہ اٹھایا اور دوسری تیسری قطار میں گھستے چلے گئے انہوں نے کاتھہ سپاہیوں کو فصیل کی طرف دھکیلنا شروع کیا جہاں سکندر بچے فوجیوں کے ساتھ خود موجود تھا فصیل کے ساتھ ایک جھیل تھی جو فرار کا راستہ تھا لیکن وہاں سکندر نے پہلے ہی بھاری مقدار میں فوجی تعینات کر دیے تھے جب رات کو کاتھوں نے بھاگنے کی کوشش کی تو انہیں بڑی تعداد میں گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا گیا اور انہیں واپس شہر کی جانب دھکیل دیا گیا۔

اس دوران پورس ہاتھیوں اور پانچ ہزار ہندوستانی فوجیوں کی کمک کے ساتھ پہنچا اس کے بعد سکندر کی ایجاد کردہ منجنیقوں کو شہر کی دیوار کے قریب لایا گیا لیکن قبل اس کے دیوار پر بھاری پتھر برسائے جاتے یونانیوں نے کمندیں پھینک کر فصیل چڑھی اور شہر میں گھس کر مزاحمت کاروں کا قتل عام شروع کر دیا اس موقع پر سترہ ہزار مخالف فوجی قتل اور ستر ہزار قیدی بنائے گئے سانگلا کا حشر دیکھ کر دو دیگر شہریوں نے مزاحمت کا فیصلہ کیا تھا خوفزدہ ہو گئے ان شہروں کے مکین یونانی فوج کی آمد سے قبل فرار ہو گئے۔ مقدونی گھڑسواروں نے تعاقب کر کے 500 کو تہ تیغ کر دیا۔

سکندر نے غضبناک ہو کر سانگلا شہر کو جلا دیا... یاد کر دیا اس طرح پورس کی بہادری کی قدر کرنے کی اس کے بارے میں دو نقول کا یہاں خون ہوتا نظر آتا ہے جہاں سے پورس اعظم کی سرکردگی میں یونانی فوج طاقت قبول کر لے دے دو شہروں کے لئے گئی اور وہاں چھاؤنیاں قائم کی گئیں۔ سکندر خود باقی فوج کے ساتھ دریائے بیاس (ہائیفاسس) کی طرف وہاں مقیم ہندوستانیوں کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا۔

اب سکندر دریائے بیاس کے کنارے کھڑا تھا پھنکارتا دریا یونانی فوج کے لئے کڑا امتحان بن گیا فوجی دریا ہرگز پار نہیں کرنا چاہتے تھے اس دوران جنرل کوئنس نے باقی فوج کا ترجمان بنتے ہوئے سکندر کا حکم رد کر دیا اور دریا پار کرنے کی صورت میں فوج کی عبرتناک حالت کی ایک تفصیلی تصویر پیش کی۔

- کیورٹیس کے الفاظ میں کوئنس نے کہا!!

"دیکھو اے سکندر ہمارے جسم بے جان ہو چکے ہیں ہم جنگ سے زخم خوردہ اور لاچار ہیں ہمارے ہتھیار اب کند ہو چکے ہیں ہماری زرہیں استعمال کے قابل نہیں رہیں ایران سلطنت فتح کرنے کے بعد سے ہمیں اپنے ملک یونان سے کوئی کمک نہیں پہنچی جس کی وجہ سے ہم غیر ملکی سامان پہننے پر مجبور ہیں ہم میں سے کتنے ہیں جن کے تن پر صحیح سلامت بکتر ہے کتنوں کے پاس گھوڑے ہیں جو سواری کی خدمت کے لئے ملائم ہیں؟

دل ہمت میں سے سب باقی بچا ہے ہم نے پوری دنیا فتح کر لی لیکن ہمارے پاس کچھ بھی نہیں کیا تم اپنی فوج جیسی عظیم سپاہ کا تصور کر سکتے ہو جو سب کے سب غیر محفوظ ہیں ہماری زندگیاں جنگلی جانوروں کے رحم و کرم پر ہیں۔

کوئی بھی بدبختی کا شکار ہو گئے تو ہماری درخواست پر ہمدردانہ غور کیا جائے۔"

یہاں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سکندر کی فوج کو پنجاب میں بہت ہی ناقابل تلافی نقصان کے بعد پورس کے ہاتھوں شکست ہوئی اگرچہ یونانی مصنفین نے اپنے عظیم نقصان کو رنگین واقعات میں چھپانے کی کوشش کی ہے تاہم حقائق اپنی جگہ موجود ہیں اور حقیقت دریائے بیاس کے کنارے آ کر کھل جاتی ہے۔ یونانی فوجی چیتھڑوں میں ملبوس اور غیر محفوظ تھے زخمی اور پژمردہ تھے ان کے پاس گھوڑے تھے اور نہ سامان اس طرح سندھ کی خوفناک قوت انہیں مجبور کر رہی تھی کہ وہ اپنے محبوب رہبر (سکندر) کی حکم عدولی کریں انہیں یہ اطلاع مل گئی تھی کہ مگدھ کا بادشاہ آگے اس کے پاس بیس ہزار شہسوار، دو لاکھ پیادے (جنگی ہتھیاروں سے لیس سپاہی) دو ہزار چار گھوڑوں والی رتھیں، جنگی گاڑیاں اور سب سے بڑھ کر تین ہزار جنگی ہاتھیوں کی زبردست فوج کے ساتھ ان کی طرف بڑھ رہا ہے۔ سکندر کو یہ خبر ملی تو اس کو ابتداء میں یقین نہ آیا اس نے اپنے ساتھی پورس سے مشورہ کیا پورس نے اطلاعات سے اتفاق کیا اور کہا کہ "اگرچہ اس کے پاس زبردست قوت ضرور ہے لیکن وہ بہت کمینہ خصلت ہے اس کی عوام میں غیر مقبولیت کی بنا پر اسے شکست دینا زیادہ مشکل نہیں۔"

ممتاز مورخ سامندر وکافس یا آمدرو کافس نے بھی پورس کے ان الفاظ کی تصدیق کی ہے جو ترک کا کہنا ہے کہ چندر گپت نے بھی ایسی ہی بات کی تھی کہ "سکندر بڑی آسانی سے پورے ملک پر قبضہ کر سکتا تھا کیونکہ نندہ بادشاہ کی شر پسندی اور کمینگی کی وجہ سے عوام اس سے نفرت کرتے اور بیزار تھے"

حقیقت یہ ہے کہ چندر گپت اور پورس دونوں چاہتے تھے کہ سکندر مگدھ کی جانب پیشقدمی کرے کیونکہ دونوں ہندوستانی فرمانروا یونانی حملہ آوروں کو خوف کی علامت سمجھ قبائل کے خلاف ہتھیار کے طور پر استعمال کرنا چاہتے تھے تاہم پورس کی قیاس آرائیاں اور سکندر کی چالیں بھی یونانی فوج کے پست ہوتے حوصلوں کو سہارا نہ دے سکیں ذہنی خلفشار اور بے حرکتی میں سکندر دو ہفتہ تک اپنے خیمے میں بند رہا لیکن دریں اثناء فوج اب کسی بھی صورت میں سکندر کا حکم ماننا نہیں چاہتی تھی اور اس نے سکندر کو پسپائی کا بگل بجانے پر مجبور کر دیا۔

آرین کہتا ہے کہ "سکندر نے اس کے بعد دریائے ہائیفاسس (بیاس) کے مغرب میں تمام ملک پورس کی عملداری میں دے دیا اور واپس دریائے ہائیڈروٹس (راوی) کو عبور کیا جہاں سے اس نے چناب کا رخ کیا اور وہاں ایک نیا شہر تعمیر کرنے کا حکم دیا اس کے بعد اس کی منزل جہلم (ہائیڈاسپس) تھی۔ آرین لکھتا ہے کہ سکندر نے وہاں اپنے امراء اور ہندوستان کے سفیروں کی موجودگی میں دربار لگایا اس سب کی موجودگی میں اس نے اپنے فتح کئے تمام علاقوں کو باقاعدہ طور پر پورس کے حوالے کر دیا اس سلطنت میں دو ہزار شہر اور سات قومیں شامل تھیں مورخ سٹرابو اس میں اضافہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یونانی فوج نے دریائے جہلم کے درمیان گیارہ قومیں فتح کیں اس خطے میں 500 شہر تھے جن میں سب سے چھوٹا بھی کاس میروپس "شہر سے کسی طرح چھوٹا نہیں تھا۔

یوں سکندر نے اپنے دوست پورس کو عملداری میں شامل کر دیا اور اس کے پرانے رقیب غیر خواہ ٹیکسیلس سے اختلافات مٹ گئے اور دونوں کے درمیان تعلق رشتہ داری* میں تبدیل ہو گیا اور پورس باقی ماندہ پنجاب کی فتح میں سکندر کا ہمرکاب بن گیا۔ بلاشبہ اس خطے میں اب اس کی حیثیت سکندر

---

* رشتہ داری کی نوعیت کا سراغ نہیں مل سکا

کے حیرت و معاملات سے نئی تھی سکندر کی چڑھائی کا مقصد پنجاب میں مستقل عمل داری کا قیام تھا جو اس کی روانگی سے پہلے ہی پوروس نے قائم کر دکھائی۔

ابھی سکندر پوروس کے دار الحکومت جہلم میں ہی تھا کہ یونان سے میسالا اور ہرپالیس کی کمان میں تازہ دم دستہ اور جرنیل سپاہیوں کی کمک آن پہنچی۔ جس میں 30 ہزار سے زیادہ پیدل سپاہی اور 6 ہزار کے قریب گھڑسوار، 25 ہزار شاندار زرہ بکتر ہیں اور قیمتی ہتھیار سپاہیوں کے لئے ادویات سے 100 ٹرک شامل تھے اس امداد سے سکندر میں نئی روح پھونک دی [illegible] وہ آگے جانا چاہتا تھا لیکن اس بار اس کے سامنے مختلف راستہ تھا۔ وہ دریائے پنجاب سندھ سے گزرتے ہوئے جنوب و مغرب کے راستے کا ارادہ رکھتا تھا شمال مغرب کے پہاڑی سلسلے والے راستے کو اس نے ترک کرنے کا فیصلہ کیا کیونکہ وہاں جو بھی سرکش قبائل آباد تھے جس سے ان کا بچنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا اس موقع پر 200 بحری جہازوں کی کشتیاں تیار کی گئیں جن پر بھاری بھرکم سامان لاد دیا گیا سکندر نے کشتی کے بیڑے پر کھڑا ہو کر پانی کے دیوتا سے کامیابی اور سلامتی کی دعا کی جس کے بعد قافلہ روانہ ہو گیا۔ کشتیوں پر سپاہی اور ہاتھی دریا کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

پوروس، فیلقوس اور دیگر ہندوستانی جرنیل دونوں اطراف سے مدد اور حفاظت کو ساتھ چل رہے تھے۔

دریا کے بہاؤ کی طرف پیش قدمی بہت [illegible] تھی تیز ہوا [illegible] کھینچ ہی کھینچے [illegible] کے تختے [illegible] جس سے سکندر [illegible] کا [illegible] کی فوج پر حملہ کر کے انہیں ہلاک کر دیا خود سکندر کو بھی زخم آئے۔ [illegible] جاتا ہے یونانی [illegible] علاقے میں سکندر سے [illegible] ہو چکی تھی سکندر [illegible] سے گزر رہا تھا کہ [illegible] سے [illegible] فیلقوس اور پوروس کو خط لکھے کہ وہ ان علاقے [illegible] دو [illegible] یونانی [illegible] کا [illegible]

[illegible] سکندر کی موت [illegible] یونانی سلطنت کی [illegible] تقسیم ہو گئی [illegible] ہندوستانی [illegible] سے شامل [illegible] یونانی [illegible] (یونان) کو [illegible] کے

بعد پورس کو پنجاب کا مشرقی جہلم تک غیر متنازعہ حکمران تسلیم کر لیا گیا۔

مغربی مورخ ٹرنڈل تصدیق کرتا ہے کہ سکندر کی موت کے بعد پورس نے دریائے سندھ کے وسیع علاقے پر بھی قبضہ کر لیا۔

11

پورس اور چندر گپت

11

پورس اور چندر گپت

زیریں پنجاب اور سندھ میں سکندر کا واجبی سا تسلط اس کی واپسی کے ساتھ ہی سائے کی طرح ختم ہو گیا۔

مختلف چھاؤنیوں اور پڑاؤ میں اس نے جو دستے چھوڑے تھے انہیں لوگوں نے تہس نہس کر کے رکھ دیا کیونکہ حملہ آوروں سے مقامی افراد پر جو ظلم ہوا اس کا انتقام اسی صورت میں ہی ممکن تھا۔ پنجاب اور شمال مغربی علاقے غیر ملکیوں کے خلاف نفرت و غم و غصے کا اظہار کر رہا تھا۔

توسیع پسندی کے علمبردار یونانیوں کے دورِ حکومت میں مختلف گروہوں، قوموں میں تقسیم ہندوستانی اختلافات ترک کر کے غیر ملکیوں کے خلاف متحد نظر آ رہے تھے۔ مختلف ریاستی مذہبی گروہ ہونے کے باوجود سب لوگ ایک جیسے جذبات محسوس کر رہے تھے۔

لڑائیوں میں شکست کھانے کے بعد تمام قبائلی اور حکومتی عہدیدار، وطن پرست تحریک میں شامل ہو گئے اس طرح یونانی زور و سوچ کا صفایا ہوتا چلا گیا۔ مشتعل برہمنوں اور سب سے مشترکہ کی مدد سے سامراجی تسلط کے خاتمے کی مہم منظم ہو گئی اور اس کے کرتا دھرتا سے پالیسی ساز چانکیہ اور سورما الرگ میں سے شمر وہ چندر گپت موریہ نے تحریک میں نئی روح پھونک دی۔

جسٹن لکھتا ہے کہ سکندر کی موت کے بعد ہندوستان میں اس کے حکام کو ہلاک کر دیا گیا ہندوستان کے

عوام نے اپنی گردن سے غلامی کا طوق اتار پھینکا۔ وہ لکھتا ہے کہ

چندر گپت (سانڈرو کوٹس) ہی وہ رہنما تھا جس نے جنگ آزادی سے ہمکنار کیا اس نے ہند میں "ڈاکوؤں" کا ایک گروہ اکٹھا کر کے ہندوستانی عوام سے غیر ملکی قبضے کے خلاف جدوجہد کے لئے کہا یہاں رہزنوں سے مراد پالی کے عہد ناموں میں مذکور "چورے" ہیں جنہیں اب بھارت میں "آراٹے" کہا گیا ہے یہ لوگ پنجاب کے ایک ہمسایہ جمہوری قبائل پر مشتمل تھے لیکن یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ کیا چندر گپت پنجاب میں راجہ پورس کی مدد کے بغیر کوئی تحریک آزادی شروع کر سکتا تھا؟ جسے سکندر نے پنجاب کا غیر متنازعہ سرکردہ حکمران تسلیم کیا تھا اور وہ یونانی تخت سے پہلے بھی اہمیت کا حامل تھا۔

یورپی تجزیہ نگار ایف ڈبلیو تھامس نے کہا ہے کہ پورس کی موت کے بغیر ایسی کوئی بھی تحریک موثر ہو ہی نہیں سکتی تھی۔"

چندر گپت سے متعلق ہندوستانی روایتیں پورس کے بارے میں بالکل خاموش ہیں تاہم ان میں واشاد پروتک یا پروتشوار کی فتوحات کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔

قدیم عہد ناموں میں بتایا جاتا ہے کہ چندر گپت نے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے شہزادہ پیرتا (پروات) سے رابطہ کیا دونوں نے چانکیہ کی رہنمائی میں مہم کا آغاز کیا تاہم چانکیہ نے پیراتا کی سمت چندر گپت کو زیادہ قابل قبول اور ذہین سمجھتے ہوئے اس کی طرف خصوصی توجہ دینا شروع کی

چوہدری، ڈاکٹر رشماپرانی اور مکھر جی جیسے مورخ بتاتے ہیں کہ چانکیہ نے چندر گپت اور شہزادہ پیاتا کے درمیان معاہدے میں اہم کردار ادا کیا جس میں طے پایا کہ سلطنت نند اس کو فتح کے بعد دو مساوی حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

وشاکھادت کے مدراکشس میں بھی سلطنت نند اس فتح کرنے اور اس کی برابر تقسیم کیلئے چندر گپت اور پروتشور کے معاہدے کا حوالہ دیا گیا ہے شواہد بتاتے ہیں کہ ان قدیم عہد ناموں میں جس پروات، پروتک یا پروتشور کا ذکر کیا گیا ہے

وہ ایک ایسا بہت اہم حیثیت والا حکمران ہوتا جو موریہ سے پہلے چندر گپت اور چانکیہ سے مدد کے لئے ضروری کرتا [illegible] خاندان کی عظیم سلطنت کے مقابلے میں طاقتور حکمران اور قوت کا وجود ناگزیر تھا۔

مورخ جرمن [illegible] ریاست پرواتک کا تعلق ہمالیہ کے ترائی شاہی خاندان کے گیارہویں بادشاہ [illegible] عرف [illegible] سے جوڑتا ہے جس کا ذکر "[illegible]" میں ملتا ہے جو یہاں درج کیا جاتا ہے۔

"اس شاہی سلسلے کے ساتویں بادشاہ [illegible] جس نے [illegible] شاہ [illegible] کی حکومت میں راجہ [illegible] کی [illegible] آئے میں [illegible]"

اس خیال کے متعلق [illegible] سے متعلق ڈاکٹر [illegible] کا شمار کیوں نہ ہوں کہ کس طرح ایک [illegible] پر حملے سے [illegible] بادشاہ سے [illegible] کی ریاست [illegible] کے بادشاہ سے مدد کی [illegible] طاقتور سلطنت کے سامنے [illegible] حملہ آور بھی [illegible] کی حکمرانی [illegible] تک پھیلی ہوئی تھی۔

مقدونوی فوج طاقتور بادشاہ [illegible] کے مقابلے کی جرأت [illegible] اور [illegible] کی سرحدوں سے واپس ہونا پڑا [illegible] اور [illegible] بتایا ہے کہ در حقیقت پرواتک [illegible] گئے ہیں [illegible] کے وقت شمالی ہندوستان کی سیاسی صورتحال [illegible] میں کوئی بھی ایسا حکمران نہیں تھا جو [illegible] حکومت کا مقابلہ [illegible] سے مدد کے لئے ناگزیر سمجھا ہو۔

یونانی تاریخ دانوں کے بیانوں سے پتہ چلتا ہے [illegible] طاقت سے [illegible] رکھتا تھا وہاں سے [illegible] کنارے [illegible] حملہ آوروں کو [illegible] گنگا کے میدانی علاقے پر چڑھائی کریں لیکن فوجیوں کی ہچکچاہٹ کی وجہ سے سکندر اس تجویز پر عمل نہ کر سکا تاہم

اس نے متبادل انتظامات ضرور کیے ہوں گے اسی دوران چانکیہ اور چندر گپت نے نندوں کے خلاف مہم جوئی کی منصوبہ بندی شروع کی وہ بھی کسی ایسے شراکت دار کی تلاش میں تھے جو نندوں کے خلاف ان کی بھرپور اور موثر امداد کر سکے پورس نے ان سے رابطہ کرنے پر نندوں کی سلطنت فتح کرنے کی حامی بھرلی ہوگی یہ تجزیہ اس دور کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے بالکل درست معلوم ہوتا ہے۔

باقی رہ گیا نام کا معاملہ تو پانینی کی معروف زمانہ سنسکرت کی نثر پردازی کے باب ششم میں ہے کہ کسی بھی ملک کا نام بادشاہ کے نام کے مطابق ہوگا اس نے ٹیکسلا کے نام سے شروع ہونے والے کئی ناموں کے ساتھ پربات کے ایک خطے کا ذکر کیا ہے اور اس بارے میں ایک الگ قاعدہ بھی ترتیب دیا ہے۔

چینی یاتری ہیونسانگ اپنے سفرنامے میں لکھتا ہے کہ وہ ملتان کے شمال میں 700لی (چینی پیمانہ) کا فاصلہ طے کر کے پونا تو یا پربات کے علاقے میں پہنچا۔

اس نے یوں تفصیل بیان کی ہے "یہ ملک پانچ ہزار مربع میل پر پھیلا ہوا ہے دارالحکومت کا رقبہ 20 مربع میل ہے آبادی گنجان اور اس کا انحصار ملک ٹیکا (ٹکیا یا ٹاکا) پر ہے چاول کی بڑی فصل پیدا ہوتی ہے زمین سرسوں اور گندم کے لئے موزوں ہے معتدل مزاج لوگ خوش مزاج اور دیانتدار ہیں وہ قدرتی طور پر چست اور تیز ہیں ادھوری علمی اور مشترکہ ہے انہیں کفر اور ادب پر نمایاں عبور حاصل ہے زیادہ تر افراد بدھ مت کے ہیں یہاں دس سنگھرام (معبد) اور ایک ہزار پجاری ہیں وہ بڑی اور چھوٹی دونوں مذہبی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں راجا اشوک نے یہاں چار سٹوپے (بدھوں کی مورتیاں) تعمیر کرائیں بیس دیو مندر بھی ہیں جہاں مختلف فرقے عبادت کرتے ہیں۔

بڑے قصبے کے دونوں اطراف سنگھرام کو تعمیر کیا گیا ہے جہاں سو پجاری مقیم ہیں اور مذہبی تعلیم دی جاتی ہے شاستر کے ماہر جنا بھدرے "وکا چوڑا بھوشیہ شستر اوریکا" کے مرتب یا شاستروں کے ماہر بھی زندگی گزارتے ہیں عظیم سنگھرام اب ترقی سے تباہ ہو گیا"

ان بیان سے پتہ چلتا ہے کہ ملتان سے 700لی کے فاصلے پر خطہ کا شمالی ریاست پربات ہے جس کا

موسم معتدل ہے چاول، سرسوں اور گندم کی پیداوار کے علاوہ آبادی گنجان ہے یہاں سے 500 میل جنوب مغرب کا رخ کرنے سے [illegible] سندھ کے ساحلی علاقے تک جا پہنچا۔

جس قطعے کا ذکر کیا گیا ہے وہ شمال یا شمال مشرق میں گجرات (پنجاب) سے ریاست کشمیر تک (دسویں صدی میں) پھیلے علاقے کا نام تھا۔ یہی پورشن جدید دور کے دریائے چناب کے دونوں کناروں پر پھیلے پہاڑی ملک [illegible] کی ہے جو جموں کی ریاست کا حصہ ہے [illegible] کی تحقیق ہے کہ [illegible] جس کی وقت میدانی علاقہ تھا اس سے بھی [illegible] مغربی پنجاب کے علاقے میں واقع [illegible] ہے جو پورس کے زیر حکمرانی تھا [illegible] بھارت میں [illegible] قرار دیا گیا ہے۔

پورس [illegible] اور چندر گپت کے درمیان فوجی اتحاد کا مقصد پنجاب کی تمام طاقت مجتمع کر کے سلطنت مگدھ کو فتح کرنا تھا [illegible] کے مطابق وادی کوہ کے [illegible] کشمیر کے [illegible] سندھ کے [illegible] کے [illegible] کے خلاف [illegible] کی فوج کے ساتھ [illegible] کی سربراہی میں [illegible] مگدھ پر چڑھائی کی [illegible] کے بارے میں خیال ہے۔

کہ اس نے بھی یونانی فوج کے ساتھ [illegible] کا ساتھ دیا اس کے بارے میں یہ بھی نظریہ ہے کہ یہ یونانی تھا جسے سکندر نے یونانی فوج کے ساتھ پنجاب میں [illegible] کے لیے چھوڑا تھا [illegible] باقاعدہ فوج کے علاوہ بڑی تعداد میں [illegible] (پہاڑی) [illegible] (بلخی) قبائل بھی مہم جوئی میں شریک ہو گئے یہ قبیلے عرصہ دراز سے پنجاب میں مقیم تھے [illegible] فوج کی قیادت چانکیہ کی رہنمائی میں [illegible] اور چندر گپت کر رہے تھے۔

[illegible] ریاست [illegible] پر حملہ آور ہو کر اسے [illegible] کی طرح [illegible] اور [illegible] کی حکومت کا خاتمہ کر دیا گیا جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ [illegible] کی گئی تھی کہ فتح کی صورت میں سلطنت [illegible] آدھی بات

لی جائے گی اس طرح پورس کا پورے صوبہ جات اور وادی گنگا کے وسیع علاقے پر حکمرانی کا خواب پورا ہو گیا لیکن تھوڑے عرصے بعد کسی نامعلوم شخص نے اسے قتل کر دیا تو چندر گپت موریہ کی ناقابل شکست حکومت چار سو قائم ہو گئی۔

12

پورس کی موت

12

پورس کی موت

نندوں کے خلاف پورس اور چندر گپت کی مشترکہ جنگجوئی کے معاہدے کا اہم نکتہ مفتوحہ سلطنت کی دو برابر حصوں میں تقسیم تھی لیکن اس تحریک کے روح رواں دانشور چانکیہ نے واضح طور پر محسوس کیا کہ ’’دو افراد کی صحبت ٹھیک ہوتی ہے لیکن تین تو کوئی بھی نہیں‘‘ اس نے یہ بھی محسوس کر لیا تھا کہ چندر گپت کی بہ نسبت راجا پرواتک یا پورس زیادہ طاقتور اور اہم ہے ممکن ہے کسی روز پورس چندر گپت کا ہی صفایا کر دے اس ذہنی الجھن کے بعد چالاک چانکیہ نے پرواتک یا پورس کو راستے سے ہٹانے کی حکمت عملی تیار کر دی اگر قدیم ڈرامہ ’’مدرا راکشس‘‘ کی تفصیل کو درست مان لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پورس کو ایک زہریلی لڑکی کے ذریعے موت کے گھاٹ اتارا گیا۔

دوسری طرف یونانی مصنفین لکھتے ہیں کہ سکندر کی پنجاب سے واپسی کے بعد یونانی جرنیل یوڈیمس نے پورس کو قتل کر دیا۔

ان دونوں روایتوں کو سامنے رکھنے پر یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ یوڈیمس نے چانکیہ کی سازش کے زیر اثر ایسا

کیا گیا۔ اس کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یونانیوں کے خلاف لشکر کشی میں سیتھیوں کا ایک دستہ بھی شامل تھا جس کا کمانڈر اوڈی گارٹ تھا جسے آسانی سے ایوداس کے طور پر شناخت کیا جا سکتا ہے۔ اوڈی گارٹ مگدھ پر چڑھائی میں مدد دینے کے لئے پورس اور چندر گپت کے ساتھ ہو چلے گو پورس نے ایوداس کے ساتھ تعلق پر سخت تشویش تھی مگر ایوداس کی وفاداریاں چندر گپت نے پہلے مضبوط کر لی تھیں کی حکمت عملی پر عملدرآمد شروع کیا اور اس میں کامیابی کے بعد اسے پورس کو قتل کر بھی دیا گیا اور اب طرف مگدھ کی فتح کا جشن مناتے ہوئے عظیم جنگجو اور فاتح پورس کی موت کی خبر آگئی کہا جاتا ہے۔

سازش کامیاب رہی اور چندر گپت بادشاہت پر قبضہ کرنے کا موقع مل گیا

مدرا راکشس میں بیان ہے کہ مگدھ کی حکومت پر تقسیم کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ یہ چانکیہ اور چندر گپت کے علاوہ جب پورس کو قتل کر دیا گیا تو وہ بھی ان کے ساتھ مدد لی ... تو سب سے جدا۔

چانکیہ سے بہت سا بھی پہلے شاطرانہ چالوں سے رتھ سا سا اور چندر گپت میں مفاہمت ... طرح پیدا حالات پیدا ہوئے کہ مقابلہ تو ہوا تبادلی کی صورت میں چندر گپت نے سامنے پیش کیا گیا تاہم چانکیہ کے لیے پر نہ صرف اس کی صورت ختم کر دی گئی بلکہ اسے پنجاب کی حکمرانی پر بھی بحال کیا گیا اس سے یہ شرط منوائی گئی کہ وہ اپنے باپ پورس سے طے پائے والے معاہدے کے تحت سلطنت کی تقسیم کا مطالبہ نہیں کرے گا یوں یہ معاملہ پرامن طور پر حل کیا گیا۔

اس فیصلے کے بعد ملایا کیتو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ پنجاب چلا گیا یہ وہی ملایا کیتو ہے جس کا تذکرہ یونانی مورخوں نے جنرل یوڈیمس کے نام سے کیا ہے۔ دراصل ملایا کیتو کا پورا نام ملایا یوڈیمس تھا

ڈاکٹر ودوس لکھتا ہے کہ یوڈیمس نے 316 قبل مسیح میں ایران میں جنگ جیوتی میں یونانیوں کے خلاف

لڑائی میں ایوتھس کا ساتھ دیا۔

ہندوستان سے واپسی اس کے ساتھ جو ہاتھی تھے وہ سیلیوکس کی مدد سے ایران پہنچا۔ یہ بھی درست ہے کہ جنگ میں اپسس میں جب چندر گپت کی فوجوں کا تعاون تھا۔ اس کے ہاتھیوں کے ساتھ فتح ملی۔ اس کی وجہ سے اس نے ... مگر شکست کے ساتھ یہ جنگ اپسس میں سیلیوکس کا ... اور اس کی دولت ... کی پیشکش کی۔

۔ مصنف جو ہاں تک پہنچا تو ... چھوٹی بیٹی کی حمایت کی کیونکہ بڑی ملکہ ایک بچہ بھی تھا۔

ہندوستان سے ... کی روانگی اور ایران میں قتل سے پورس کے ... کا شیرازہ بکھر کر رہ گیا تھا اور پنجاب بھی موریہ سلطنت کا حصہ بن گیا بعد میں موریہ اور چندر گپت بادشاہوں کے کارناموں کی چکا چوند سے پورس کے حالات ... ہندوستانی مؤرخوں نے انہیں فراموش کر دیا تاہم صرف پورس کی شخصیت ہے جس کا ... کی دست برد ... ہندوستانی ڈراموں اور قصوں میں پورس کی مختلف ادوار ... دکھائی دیتے ہیں۔

یہاں مصنف ملاحظہ کر سکتا ہے کہ ٹیکسلا کی فصیل کے باہر سنگ مرمر کا ایک معبد تھا جس پر بڑی بڑی دھاتی پلیٹوں پر سکندر اور پورس کی لڑائی کے مناظر دکھائی دیتے تھے۔

اس داستان میں پنجاب کے عظیم ہیرو کی دلیری کی شکل اور مشکل وقت میں مزاحمت کا ذکر پنجاب کی تاریخ کا سنہری باب ہے۔

تاریخی حوالہ جات

پورس کے متعلق یہ تاریخ مستند حوالہ جات کی بنیاد پر رقم کی گئی ہے۔ ان حوالوں کو

1۔ یونانی اور رومی
2۔ ایرانی، شامی اور مصری
3۔ اور ہندی میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

تاریخ پورس دراصل سکندر اعظم کی شخصیت سے جڑی ہوئی ہے جس کے ساتھ اس نے دریائے جہلم کے کنارے تاریخی، یہ درست جنگ لڑی تھی۔ جن مورخوں نے سکندر اعظم کی تاریخ لکھی انہوں نے پورس کے حوالے سے بھی تفصیلات بیان کی ہیں ان تاریخ دانوں میں ٹولمی بن لاگوس، ارسطوبولس، نیرچس، چارس، کالستھنز اور دیگر شامل ہیں۔ اگرچہ ان ہم عصر مصنفین کے مستند مسودے ضائع ہو چکے ہیں لیکن ان حوالہ جات کی بنیاد پر بعض تاریخیں ہم تک پہنچی ہیں۔

اول آرین کی اناباسس آف الیگزینڈر، دوم کیورٹیس رفوس کی ہسٹری آف الیگزینڈر دی گریٹ، سوم پلوٹارک کی لائف آف الیگزینڈر، چہارم دی ہسٹری آف ڈایوڈورس سسلی اور پنجم جسٹن ٹروگس کی دی بک آف ہندوستان ہسٹری۔

ان مورخوں کے بارے میں ممتاز محقق پروفیسر فری مین اپنی تصنیف 'ہسٹوریکل ایسے' میں لکھتا ہے "ڈایوڈورس ہمارے خیال میں مکمل طور پر دیانتدار لیکن احمق ہے۔ پلوٹارک خود اپنے بارے میں کہتا ہے

کہ وہ تاریخی نہیں شخصی حالے لکھتا ہے اس نے ردیف تیموریہ تاریخی شواہد جمع کئے سے زیادہ سیاسی اور فوجی واقعات لکھنا اہم ہیں جسٹن اپنے موقف میں ضعیف اور کاٹ چھانٹ میں غیر محتاط ہے کیونکہ ہماری نظروں میں ان پانچوں میں مستحق ترین مورخ ہے لیکن اس پر بھی تاریخی بیچ سے واضح طور پر فرار سے کا الزام لگایا جا سکتا ہے۔"

پروفیسر فری مین آرین کے بارے میں لکھتا ہے کہ صرف وہ اپنے پیشرووں کی تحقیق کا بغور جائزہ لیتے اور نتائج اخذ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن جیسا کہ پروفیسر تارن نے واضح کیا ہے کہ وہ بھی مختلف جگہ میں سکندر کے نقصانات پر دست طور پر پردہ ڈالتا نظر آتا ہے۔ تنقیدی مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ کئی نکات پر اس کے بیانات مشکوک ہیں۔

کوارٹش آرین کے حوالے جامع اور اس وقت تک قابل قبول ہوتے ہیں جب تک ان کا مواد دیگر زیادہ مستند تاریخی حوالوں سے لیا جائے۔ اس واقعات کا ترجمہ اے جے میکرنڈل نے "دی انویشن آف انڈیا بائے الیگزینڈر دی گریٹ" کے عنوان سے کیا ہے۔

سکندر کی زندگی پر لکھنے والوں میں کالستھنز کو اہم مقام حاصل ہے وہ سکندر کا رشتہ دار اور شاگرد تھا۔ سکندر نے اسے ایشیا کے خلاف لشکر کشی میں اپنے ساتھ رہنے کی خصوصی اجازت دی تا ہم وہ جانبدارانہ انداز اختیار کرنے کے بجائے آزادانہ طور پر اپنے موقف بیان کرتا تھا کہ بعض نکات پر اس نے سکندر کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ ساری طور پر یہ بات سکندر کو ناگوار گزری ہوگی اس لیے اسے قید کرا دیا۔ تروبی لکھتا ہے کہ کالستھنز کو قید کے دوران تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور پھانسی دے دی گئی۔

چارلس تصدیق کرتا ہے کہ اس کی موت ہندوستان میں ہوئی جب سکندر کی مہم جوئی کے دوران بعض کمزوری باتیں لکھی ہیں جو اس کے ہم وطن یونانی تسلیم نہیں کر پاتے۔ تا ہم اس موقف کا ان ملکوں میں خیر مقدم کیا گیا جسے سکندر نے جارحیت کا نشانہ بنایا اور اس طرح وقت گزرتے گزرتے تیسری صدی میں عظیم تصنیف "سیوڈو کالستھنز" کی بنیاد قائم ہونے میں زبردست معاونت کی راہ ہموار ہوگئی اس یونانی کتاب کو پہلوی زبان اور پھر 521ء میں جیکب سرگ نے شامی زبان میں ترجمہ کیا۔

اسی طرح حبشی زبان میں بھی تاریخی حوالہ جات موجود ہیں۔ ان سب کو ملا کر ارنسٹ اے والس بج نے

"The History of Alexander the Great being a serels of Translations of the Ethiopic Histories of Alexander

لکھی۔

اسی طرح ٹی نولدکی نے بھی سکندر اعظم پر بہت خوبصورت کتاب

Beltrag Zur Geschichte des Alexanderromans.

تالیف کی۔ جس میں طبری اور دینوری کی عربی تاریخ اور حوالوں کا بھی مکمل احاطہ کیا گیا ہے۔

یہ حوالے بلاشبہ نہایت اہم ہیں اور ان کے بارے میں کوئی غلط رائے قائم کرنا مشکل ہوگا۔ انہی حوالوں کی کسوٹی پر دیگر تاریخوں کے مستند ہونے کو پرکھا جا سکتا ہے اور شواہد کے ضعیف یا مضبوط ہونے کا تجزیہ کیا جا سکتا ہے۔

ایرانی لوگوں کے لئے عظیم الشان ہخامنشی سلطنت کے خاتمے کی وجہ بننے پر سکندر اعظم کے لئے نفرت اور بیزاری کے جذبات رکھنا فطری ہے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے قدرتی طور پر ان واقعات اور حقائق کی تفصیل کو محفوظ کر لیا۔ ایرانی کم و بیش سکندر کے لئے وہی خیالات رکھتے ہیں جو نفرت ان کے دل میں ضحاک اور افراسیابؒ کے شیطانی اقدامات پر پائے جاتے ہیں لیکن عرب سکندر کے معترف ہیں اور ایران کی فتح کے بعد ایرانی خیالات میں بھی تبدیلی لانے کا باعث بن گئے۔ ابن مقفع نے سکندر کے ایران میں جانشینوں کے بارے میں تاریخ تحقیق کی یہی عرب فارسی مسودہ "شاہنامہ اسلام" جیسے تاریخی مجموعے میں فردوسی حوالے کے طور پر استعمال کیا گیا۔

تاہم فردوسی پہلوی ترجمے کو بھی نہایت اہمیت دیتا ہے اور کئی مقامات پر اس کا یہ لکھنا (چنیں گفت گوینده پہلوی۔ اس طرح پہلوی راوی نے یوں لکھا) اس کا واضح ثبوت ہے۔ دوسری طرف یہ بھی سچ ہے کہ فردوسی بہت بعد کا شاعر ہے اور اس کے واقعات کی صحت شک و شبہ سے بالاتر نہیں قرار دی جا سکتی لیکن قدیم ایرانی روایتوں کے امین ہونے کی وجہ سے یہ ضرور پتہ چلتا ہے کہ ایرانی سکندر اور اس کی فتوحات کے بارے میں کیا خیالات رکھتے ہیں اس لئے فردوسی نے جو معلومات فراہم کی ہے ان کی دیگر

شواہد کی روشنی میں سخت جانچ پڑتال کی ضرورت ہے اور صرف اس حصے کو تاریخی حوالے کے طور پر دیا جا سکتا ہے جو مستند تاریخی حالات سے با آسانی سلسلہ جوڑ سکے۔ ہم نے کتاب میں شاہنامہ اسلام کے انگریزی ترجمہ (آرتھر جارج وارنر) سے اقتباسات دیے ہیں۔

بدقسمتی سے ہندوستان نے سکندر اور اس کے سب سے بڑے حریف پورس کے متعلق سب کچھ بھلا دیا۔ صرف "مہابھارت" کے قدیم عہدنامے میں پاؤروا، پاؤرس اور پرواتیا کے نام سے تفصیل بتائی گئی ہے جس سے تاریخی رہنمائی لینا انتہائی مشکل ہے۔ اس کتاب میں مہابھارت کے اس تنقیدی نسخے سے مدد لی گئی ہے جو بھنڈارکر اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ پونا (بھارت) نے شائع کی جس کا مقصد پورس، پاؤروا، پاؤرس اور پرواتیا کے ناموں کی شناخت اور ان کی اہمیت کا پتہ چلانا ہے۔ ہندوستانی نکتہ نظر سے پارشستا پروان، چھرتی، بنگالہ، اوشیا کا تریونی، روشیا کا شوتر ورتی، سکھ بدھ اور اتر دھیان ستر کے عہدنامے نہایت اہم ہیں۔ بدھوں کے پہلو سے وساکھا یکی اور مہا وسا تیجرے بھی مدنظر رہے۔ برہموں نے مدراک کے ادارے میں جو حقائق پیش کیے ہیں ان سے بھی فائدہ اٹھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس بات کا غالب امکان ہے کہ اس ڈرامے میں جس پرورت یا پرواتشورا کا ذکر کیا گیا ہے وہ مہابھارت میں مذکور پاؤروا، پاؤرس یا پرواتیا ہی ہوں۔

کتاب میں اسی حوالے سے پورس کی شناخت پیش کی گئی ہے۔ ان تمام تاریخوں سے پورس کی زندگی کے بعد کے حالات کا پتہ نہیں چلایا جا سکتا۔ کوٹلیہ نے "ارتھ شاستر" میں چوتھی صدی قبل مسیح میں شمالی ہندوستان کے اندر جنگی حکمت عملی کے قواعد اور طریقے بیان کیے ہیں اور بی بروٹر نے اپنی تصنیف Alexanders kampf gegen Poros میں ثابت کیا ہے کہ پورس نے جنگ جہلم میں انہی قاعدوں کو استعمال کیا۔

سکندر کی زندگی پر موجودہ دور کے محققوں کے مضامین بھی نہایت اہم ہیں جن میں پروفیسر تارن کا کیمبرج قدیم تاریخ میں "سکندر اعظم" ابتدائی تاریخ ہندوستان میں وی اے سمتھ کے مضمون کا ذکر کرنا زیادہ ضروری ہے علاوہ ازیں Studies in Indian History and Civilization کا یہاں حوالہ دینا بھی زیادتی ہوگا۔

ایشیا کا مقدمہ

مہاتیر محمد

وزیر اعظم ملائیشیا

مہاتیر محمد کی آواز ایک عملی رائے رکھتی ہے۔ یہ کسی روایتی سائنٹسٹ کی آواز بھی نہیں جو کسی محض مطالعے کے انداز میں برسر تنقید ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسے لیڈر کی آواز ہے جو سیاستدان ہے، لیڈر ہے، بزنس مین ہے، پالیسی میکر ہے، منتخب جمہوری قائد ہے، اور اہل قلم ہے اور وہ گلوبلائزیشن کو Re-Colonialization قرار دیتا ہے۔ مہاتیر محمد ایک عملی سیاستدان ہے، جو زمینی حقائق کے عمل میں شامل ہے لہذا ان کی رائے زمینی حقائق پر مبنی ہے۔

قیمت:-/150 روپے

کسی بھی بک سٹال سے یا براہ راست طلب فرمائیں

جمہوری پبلیکیشنز

9۔ [illegible] پوسٹ بکس نمبر 8283 لاہور، پاکستان۔

Ph: # 042-7212437 Fax # 042-6670001, E-mail: Jumhoori@hotmail.com

2265

ہماری تاریخ کا ایک ہیرو

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

محمد حنیف راے